# ماہنامہ نصرۃ العلوم ستمبر ۲۰۲۱ء

[جلد ۲۶، شمارہ ۹]

::: فہرست :::

حالات وواقعات

--- O ---

مولانا زاہد الراشدی
شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم

# افغان قوم کا نیا سفر اور انسانی سماج کا مستقبل

افغانستان سے امریکی اتحاد کی افواج کے بتدریج انخلاء کے ساتھ ہی امارت اسلامی افغانستان کی تیز رفتار پیش رفت دنیا کے بہت سے حلقوں کے لئے حیرانگی کا باعث بنی ہے، مگر واقفان حال کے لیے کوئی بات خلاف توقع نہیں ہے بلکہ امریکہ کی مسلح مداخلت کے آغاز پر خود ہم نے اس کے منطقی انجام تک پہنچنے کے لیے جو اندازہ اپنے مضامین میں پیش کیا تھا اس سے بہت تاخیر ہوگئی ہے جس کی وجہ امارت اسلامی افغانستان کے بعض ہمدرد نما حلقوں کی جلد بازی یا بے تدبیری بنی ہے ورنہ ہمارے خیال میں جو کچھ اب ہو رہا ہے اسے آٹھ دس سال قبل ہو جانا چاہئے تھا، بہرحال ہر کام کا ایک وقت تقدیر کی دنیا میں طے ہوتا ہے اور وہی درست ہوتا ہے، افغان قوم کی تاریخ یہ ہے کہ اس نے برطانوی استعمار کی عسکری یلغار کے قدم اس وقت روک دیے تھے جب وہ پورے جنوب ایشیا پر قابض ہو چکا تھا مگر افغان قوم کی حریت پسندی کے آگے اس کا بس نہ چل سکا، اس کے بعد جب سوویت یونین نے افغانستان کو اپنی عسکریت کی جولانگاہ بنایا تو دیکھنے والے یہ سمجھ رہے تھے کہ اس دفعہ افغان قوم کے لیے اپنی آزادی کو قائم رکھنا شاید ممکن نہ ہو مگر جب وہ اپنے عقیدہ، آزادی اور تہذیب کے تحفظ کی خاطر جہاد کا پرچم اٹھائے مزاحمت کے میدان میں کود ے تو نہ صرف یہ کہ ان کے جذبۂ قومی اور حمیت دینی کا پرجوش منظر دنیا نے پھر ایک بار کھلی آنکھوں سے دیکھ لیا جبکہ اس دفعہ انہیں یہ سہولت حاصل تھی کہ دنیا بھر کے وہ مسلمان حلقے جو جہاد کی فرضیت اور برکات وثمرات مسلسل سنتے رہنے کے باوجود اس کے عملی مناظر دیکھنے کے لیے ترس کر رہ گئے تھے انہیں اپنے ایمانی جذبات کے اظہار کا میدان مل گیا اور عالمی سرد جنگ میں سوویت یونین کے حریف امریکہ اور اس کے تحادیوں کو بھی موقع ملا کہ وہ اس سرد جنگ کو مسلح معرکہ آرائی میں تبدیل کر کے سوویت یونین کی شکست کی راہ ہموار کریں، چنانچہ سوویت یونین کو نہ صرف عسکری پسپائی اختیار کرنا پڑی بلکہ مختلف ممالک واقوام کا یہ عالمی کنبہ خود بھی بکھر کر رہ گیا، پھر افغان قوم میدان جنگ

میں تنہا رہ گئی اور اسے کسی بیرونی سہارے اور سپورٹ کے بغیر آزادی اور خود مختاری کی یہ جنگ صرف اپنے جذبہ ایمانی اور قومی حمیت کے ہتھیاروں کے ساتھ لڑنا پڑی البتہ سوویت یونین کی پسپائی کے بعد نیٹو کے سیکرٹری کا یہ کہنا کہ ''ابھی اسلام باقی ہے''، جن لوگوں کو یاد رہا ان کی دعاؤں اور ہمدردیوں کی کمک کا تسلسل امارت اسلامی افغانستان کی پشت پر موجود رہا اور وہ کچھ نہ کر سکنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمیشہ پر امید رہے کہ برطانیہ اور روس کی غلامی سے افغان قوم کو محفوظ رکھنے والا خدا امریکی اتحاد کے تسلط سے بھی انہیں ضرور بچائے گا اور ایسا ہی ہوا۔

تاریخ کے طالب علم کے طور پر افغانستان کی موجودہ صورت حال پر ہمارا پہلا تاثر یہ ہے کہ افغان قوم نے اپنی آزادی اور خود مختاری کا امتیاز ایک بار پھر ثابت کر دیا ہے جو بہر حال تاریخ کا ایک اعزاز ہے اور انسانی سماج کی تاریخ اسے کبھی نظر انداز نہیں کر پائے گی، اس کے ساتھ ہی یہ سماجی حقیقت پھر سے نمایاں ہو کر سامنے آئی ہے کہ مذہب انسانی سماج کی فطری ضرورت اور قوت ہے جسے خود ساختہ فلسفوں اور مصنوعی اسباب کے ذریعہ شکست نہیں دی جا سکتی اور چونکہ اس وقت دنیا میں مذہب اپنی اصل حالت میں محفوظ تعلیمات اور زندہ ثقافت کے ماحول میں صرف اور صرف اسلام کی صورت میں موجود ہے، اس لیے مذہب اور آسمانی تعلیمات کی انسانی سماج پر عملداری کا پرچم اسی کے ہاتھ میں ہے اور دنیا کے پاس اس مقصد کے لیے اس کی طرف متوجہ ہونے کے سوا اور کوئی آپشن باقی نہیں رہا۔

اس موقع پر ہم ھاورڈ یونیورسٹی کے یہودی پروفیسر ڈاکٹر نوح فلڈ مین کا وہ تبصرہ جو انہوں نے چند سال قبل نیویارک ٹائمز میں شریعت کیوں؟ کے عنوان سے اپنے تفصیلی مضمون میں کیا تھا، اس کا صرف ایک حصہ پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ شرعی قوانین کے مخالفین ان کی مخالفت اس وجہ سے نہیں کر رہے کہ شریعت کے احکام و قوانین میں کوئی کجی یا کمزوری ہے بلکہ اس کی وجہ صرف ان کا یہ ادراک ہے کہ اگر دنیا میں انسانی سوسائٹی کے کسی حصے پر آسمانی احکام اور شرعی قوانین کو آزادانہ عملداری کا کچھ عرصہ موقع مل گیا تو معاشرہ میں ان کے فطری نتائج اور ثمرات و برکات سامنے آنے کے بعد انسان کے خود ساختہ نظاموں اور فلسفوں کے لیے اپنے پاؤں پر کھڑے رہنا مشکل ہو جائے گا۔

ہمارے خیال میں اب اس کا وقت آ گیا ہے اور افغانستان میں شریعت اور آسمانی تعلیمات کے ساتھ مخلصانہ کمٹمنٹ رکھنے والوں کی یہ پیش رفت اگر اسی رفتار سے اپنا سفر کچھ عرصہ جاری رکھ سکی تو انسانوں پر انسانوں کی حکمرانی کی بجائے ''خدا کی زمین پر خدا کا نظام'' کا منظر نسل انسانی ایک بار پھر دیکھے گی اور انسانی سماج کو انصاف، عدل اور امن و خوشی کی حقیقی منزل نصیب ہو گی، آمین یا رب العالمین۔

خطبہ جمعۃ المبارک (غیر مطبوعہ) --- ○ --- مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ
بانی جامعہ نصرۃ العلوم

# حضرت ابوبکر صدیقؓ کا خطبہ ثانیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ،اَمَّا بَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِیْ الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِیْ ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ط یَعْبُدُوْنَنِیْ لَایُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ط وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَo وَاَقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوْا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَo (النور۔۵۵،۵۶)

محترم حاضرین و برادرانِ اسلام!

## تعارفِ سورۃ النور

اس وقت مَیں نے آپ کے سامنے سورۃ النور کی دو آیاتِ مبارکہ تلاوت کی ہَیں ۔ یہ سورۃ اہم ترین سورتوں میں سے ہے جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی ۔ ہماری ہدایت کیلئے اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے بڑے اہم احکام نازل فرمائے ہَیں ۔خصوصًا مسلمانوں کے نظامِ عصمت و عفت کے بارے میں بڑی تاکید فرمائی ہے ۔ اس نظام کی حفاظت کے لئے حدود اور تعزیرات کا قانون بھی اسی سورۃ مبارکہ میں نازل ہوا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو عصمت و عفت کا نظام قائم رکھنے کا حکم دیا ہے ۔ اگر اس نظام میں خرابی آ گئی تو مسلمان ذلیل ہو جائیں گے اور دوسرے باطل مذاہب کی طرح بن جائیں گے ۔ بہرحال اللہ نے اس بارے میں تمام بنیادی احکام ،شرائط اور ضروری ہدایات جاری کر دی ہَیں ۔ نیز بدکاری کے ارتکاب کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے حدود و تعزیرات کا قانون بھی اسی سورۃ مبارکہ میں نازل فرمایا ہے ۔ اس کے علاوہ دیگر بہت سے احکام بھی نازل فرمائے ہیں جو آپس میں میل

جو ل، عبادات، عقائد اور معاشرے میں لین دین کے معاملات سے تعلق رکھتے ہیں۔

## نظامِ خلافتِ اسلامی

تلاوت کردہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے اجتماعی معاملات سے متعلق اُصولی بات بتلا دی ہے۔ اللہ نے پہلی کتابوں میں بھی وعدہ فرمایا تھا جو اللہ نے اس امت کے ابتدائی دور کے ایمان والوں کے ساتھ پورا کر دیا، نیز اس اجتماعی نظام کو قائم رکھنے کیلئے شرائط کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ جب تک وہ شرائط قائم رہیں گی، نظام بھی قائم رہے گا اور جب شرائط ختم ہو جائیں گی نظام بھی بگڑ جائیگا۔ امت کا خصوصی اجتماعی نظام خلافت کا نظام کہلاتا ہے جس کا ذکر اللہ نے تلاوت کردہ اور بعض دوسری آیات میں بھی کیا ہے۔ مسلمانوں کو دنیا میں اچھے طریقے سے زندگی بسر کرنے اور غالب رہنے کا طریقہ بھی اللہ نے بتلا دیا ہے۔ وہ کیا اصول اور کون سی باتیں ہیں جن کی بدولت مسلمان دنیا میں برتر اور غالب رہ سکتے ہیں، اللہ نے وہ بات سورۃ الفتح میں دی ہے۔ اگر سورۃ الفتح کو اپنا دستور العمل بنا لیا جائے تو اہلِ ایمان دنیا کی دوسری اقوام اور مذاہب پر غالب آ سکتے ہیں۔ اللہ نے مذکورہ سورۃ مبارکہ میں حضور علیہ السلام اور آپ کے گرد جمع ہونے والے صحابہؓ کا عملی نمونہ بتلا دیا ہے۔ وہاں ارشاد ہوا ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح۔۲۹) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور آپ کے صحابہ کرامؓ کافروں پر بڑے سخت اور آپس میں بڑے رحم دل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ساری بات وہاں سمجھائی ہے۔

## خلافت کا وعدہ

اور یہاں سورۃ النور میں ارشاد فرمایا ہے، وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ، اللہ نے اُن لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں ایمان لائے ہیں۔ یہ اٰمَنُوْا اور مِنْكُمْ کے الفاظ بڑے اہم ہیں۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب قرآن نازل ہو رہا تھا اور حضور علیہ السلام پر ایمان لانے والے صحابہؓ بھی موجود تھے۔ چنانچہ مِنْكُمْ کا خطاب انہی صحابہ کرامؓ کو ہوا تھا۔ البتہ صحابہؓ کے بعد آنے والے لوگ صحابہؓ کے تابع ہیں۔ اگر وہ صحابہ کرامؓ کے نمونہ پر چلتے ہیں تو اُن کے ساتھ مل جائیں گے، اگر نہیں چلیں گے تو پیچھے رہ جائیں گے۔ بہر حال یہ حضورؐ کے زمانہ مبارک میں آپ پر ایمان والوں کا ذکر ہے اور مِنْكُمْ کے لفظ میں بڑا زور ہے۔ اور پھر ساتھ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بھی ہے یعنی ایمان لانے کے بعد انہوں نے نیک اعمال بھی انجام دئے ہیں، اللہ نے اُن سے وعدہ کیا ہے۔ ایمان اور نیک اعمال ہی معیار ہیں اور انہی دو چیزوں پر نجات کا مدار ہے۔ مفسر قرآن امام ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے خلافتِ راشدہ کا نظام جن صحابہ کرامؓ کو عطا فرمایا وہ یہی مِنْکُم والا گروہ ہے۔ جو شخص ان صحابہؓ میں داخل نہیں اُس سے یہ وعدہ نہیں ہے۔ وعدہ اُن لوگوں سے تھا جو نبی علیہ السلام پر ایمان لائے ،اسلام کے مقصد کیلئے کام کیا اور ہر قسم کی قربانیاں پیش کیں۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کے صحابہؓ میں سے چاروں خلفائے راشدینؓ مِنْکُمْ میں داخل ہیں۔ جس وقت یہ سورۃ نازل ہورہی تھی اُس وقت یہ چاروں حضرات حضور علیہ السلام کے ساتھ تھے اور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں مقیم تھے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اسلام کی ہر ممکن خدمت کر رہے تھے۔ جن صحابہؓ نے اُس وقت تک ہجرت نہیں کی تھی، وہ بعد میں پہلے صحابہؓ کے تابع ہو کر اُن کے گروہ میں شامل ہو گئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ نے قرآن میں اچھے انجام کی بشارت سنائی ہے۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ (التوبہ۔۱۰۰) یہ وہ مہاجرین اور انصاری ہیں جنہوں نے ایمان لانے میں سبقت کی، اور وہ لوگ بھی جنہوں نے نیکی کے ساتھ پہلوں کا اتباع کیا، اللہ اُن سے بھی راضی ہو گیا۔ گویا اولین ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار کے علاوہ باقی لوگوں کے لئے اتباع بالاحسان رکھا گیا ہے۔

## اولین ایمان لانے والے صحابہؓ

غرض یہ کہ چاروں خلفائے راشدینؓ ایمان لانے والے اور نیک انجام دینے والے مِنْکُمْ میں داخل ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ تو پہلے دن ہی ایمان لے آئے جس دن حضور علیہ السلام پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی۔ اُس وقت حضرت علیؓ بچے تھے اور حضورؐ کی پرورش میں تھے۔ پھر جب دوسرے دن نماز باجماعت کا اہتمام ہوا تو حضرت علیؓ اُس جماعت میں شامل تھے۔ ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ بھی پہلے دن ایمان لانے والوں میں شامل تھیں۔ حضورؐ کے متبنّٰی اور آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ بھی ساتھ تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کی ترغیب سے حضرت عثمانؓ بھی بالکل ابتدائی دور میں ایمان سے مشرف ہوئے۔ حضرت عمرؓ پہلے مخالف تھے مگر پانچ سال کے بعد اللہ نے اسلام کے لئے دل کھول دیا، اُنکے حق میں حضور علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور وہ بھی آپ کے غلام بن گئے۔ یہ سارے حضرات مِنْکُمْ میں داخل ہیں۔ الغرض! ابتداء میں ایمان لانے والوں اسلام کے مقصد کیلئے کام کرنے والے حضرات کو اللہ نے خلافتِ راشدہ پر فائز کرنے کا اعلان فرمایا اور وہ یہی پاک نفوس ہیں۔ اور پھر جس ترتیب کے ساتھ اللہ نے اِن کو خلافتِ راشدہ پر فائز کیا، اسی ترتیب سے اِن کا درجہ اور مرتبہ بھی ہے۔ یہ سارے بارگاہِ الٰہی کے مقبول ہیں، بڑی

فضیلتوں کے مالک اور سارے جنتی ہیں۔ اللہ نے اُن سے خلافت کا وعدہ فرمایا مگر رافضی، شیعہ، خارجی، ناصبی بات ہو بگاڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کوئی خلفائے ثلاثہ کے ساتھ نفرت رکھتے ہیں تو کوئی اہلِ بیت پر کیچڑ اچھال کر اپنی بربادی کا سامان پیدا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ تمام حضرات واجب الاحترام ہیں۔ ازواجِ مطہرات کی تطہیر اللہ نے قرآن میں بیان کی ہے مگر بعض اُن کو اہلِ بیت کی فہرست سے ہی خارج کرتے ہیں حالانکہ سارے اہلِ بیت حد درجہ واجب الاحترام ہیں محض اختلاف کی وجہ سے اہلِ بیت کی توہین کرنا بڑی بدبختی اور شقاوت کی بات ہے۔ اعتدال کا راستہ وہی ہے جو اہلِ حق نے اختیار کیا ہے اور جو صحابہ کرامؓ اہلِ بیت اور ازواجِ مطہرات سب سے محبت اور عقیدت کا راستہ ہے۔ اِن میں سے جو حضرات زیادہ رتبے والے ہیں اُن کے ساتھ مزید محبت ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اِن حضرات کے بارے میں کسی قسم کی نکتہ چینی روا نہیں ہے۔ جو بھی ان کے خلاف زبان کھولے گا اپنا ایمان سلامتی کے ساتھ نہیں لے جا سکے گا۔ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کا اختلاف ہوا ہے مگر اُس کے متعلق ہم سے تو نہیں پوچھا جائیگا کہ ہم نے اُنکی اقتداء بھی کی ہے یا نہیں۔ بہرحال مِنْكُمْ کے لفظ میں بڑا زور پایا جاتا ہے۔ خلافت انہی کو ملی جو نزولِ قرآن کے وقت حضورؐ پر ایمان لائے اور یہ چاروں خلفائے راشدین ہیں۔ اِن کا قائم کردہ نظام ساری امت کے لئے دستور العمل ہے۔ خلافت اور شوریٰ کے نظام میں یہ بعد والوں کے لئے نمونہ ہے۔

## غلط پراپیگنڈا

بدقسمتی کی بات ہے کہ ایک طبقہ نے خلفائے ثلاثہ کے متعلق یہ نظریہ قائم رکھا ہے کہ خلافت اِن کا حق نہیں تھا مگر انہوں نے زبردستی چھین لی۔ یہ تو یہودی شیاطین کا پراپیگنڈا ہے یہودیوں نے منافقوں کی طرح اسلام میں داخل ہو کر طرح طرح کے پراپیگنڈے کروائے۔ کہیں حضرت علیؓ کو خدا کا مرتبہ دلوایا کہ خدا اُن میں حلول کر گیا ہے، کہیں اہلِ بیت کو معصوم قرار دیا اور کہیں خلفائے راشدین پر طعن کیا اور انکو غاصب قرار دیا۔ یہ سارا یہودیت کا اثر ہے جس کا مقصد مسلمانوں کی تباہی کے سوا کچھ نہیں، حالانکہ یہ نظام تو ضروری تھا اور اللہ نے اسی نظام کا وعدہ کیا تھا۔

## خلیفہ رسول کا انتخاب

اب مَیں آپکی خدمت میں وہ خطبہ پیش کرنا چاہتا ہوں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد دیا تھا۔ یہ دو خطبات تھے۔ ایک خطبہ تو اُس دن دیا تھا جس دن حضور علیہ السلام کی وفات ہوئی تھی۔ آپؐ نے زندگی میں تو صحابہ آپکی ہدایت پر چلتے تھے، مگر نبی کا جانشین ہونا ضروری تھا جو اہل حل وعقد کے مشورے

سے امت کے معاملات طے کرے ۔ نبی علیہ السلام کی رحلت کے بعد اُسی روز انصار حضرات ثقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے مسئلہ کے سلسلہ میں جمع ہوئے ۔ اُن کا موَقف تھا کہ خلیفہ انصار میں سے ہونا چاہیے ۔ جب حضرت عمرؓ کو انصار کی اس میٹنگ کی خبر ہوئی تو مہاجرین کی ایک جماعت بھی خود بخود وہاں چلی گئی اور آپس میں بحث وتمحیص ہوئی ۔حضور علیہ السلام کے خاندان قریش کی برتری مسلم تھی ۔ تاہم یہ تجویز بھی آئی کہ دو امیر ہوں ایک مہاجرین میں سے اور ایک انصار میں سے ۔ حضرت عمرؓ نے اس تجویز کی مخالفت کی اور ایک ہی امیر پر اصرار کیا ۔ اُس وقت خاندانِ قریش کے علاوہ خلافت کا کوئی مستحق نہیں تھا ۔ صحابہ نے پیغمبر علیہ السلام کی زبان مبارک سے بھی سن رکھا تھا اَلْاَئِمَّۃُ مِنَ الْقُرَیشِ یعنی حکمران قریش کے خاندان سے ہوگا اور جب تک قریش کے دو باصلاحیت آدمی بھی موجود ہوں گے، خلافت انہی میں رہیگی ۔ آپ کو معلوم ہے کہ ساڑھے چھ سو سال تک خلافت کا نظام اللہ نے قریش کے خاندان میں ہی رہا ۔ پھر جب اُن میں صلاحیت نہ رہی تو خلافت کا نظام اللہ نے قریش سے لے کر سلجوقیوں اور ترکوں کے سپرد کر دیا ۔ یہ بھی مسلم بات تھی کہ اُس دَور میں عرب کے لوگ قریش کے سوا کسی کی برتری تسلیم کرنے کیلئے تیار نہ تھے ۔ قریش کی برتری حضور علیہ السلام کی بعثت سے پہلے بھی سارے عرب میں تسلیم کی جاتی تھی اور لوگ اُن کا احترام کرتے تھے ۔ اللہ نے اپنے نبی کو اسی خاندان سے منتخب فرمایا ۔ نبوت کا سلسلہ بھی اسی خاندان میں ختم کیا اور خلافت بھی اُنہی میں رکھی ۔ بہر حال پہلے ہی دن خلافت کا مسئلہ طے ہو گیا اور انصار و مہاجرین نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت پر اتفاق کر لیا ۔ آگے جتنے بھی تنازعات پیدا ہوئے ، وہ حدیث اور تاریخ میں محفوظ ہیں ۔ تمام پیدا ہونے والے معاملات حضرت صدیقؓ نے اپنی ایمانی فراست سے نپٹا دئے اور اپنے آپ کو حضور علیہ السلام کا سچا جانشین ثابت کر دیا ۔

اُس وقت نبی علیہ السلام کی تدفین کے مسئلہ میں بھی اختلاف رونما ہوا مگر جب حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ کی بات بتلائی تو سب نے اتفاق کر لیا ۔ اسی طرح جنازے اور وراثت کے مسائل بھی خلیفہ اول کی فہم وفراست کی وجہ سے طے ہو گئے ۔ یہ پہلے دن کا واقعہ ہے جو ثقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے سلسلہ میں طے پایا اور لوگوں نے حضرت صدیقؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی ۔ اُس روز حضرت صدیقؓ نے پہلا خطبہ دیا ۔

## خطبہ ثانی اچھے کام کی تائید

دوسرے دن پھر لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ۔ اُس وقت آپ نے منبر پر بیٹھ کر پھر خطبہ دیا ۔ فحمد

اللّٰہ واثنی علیه بما هو اهله آپ نے سب سے پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی جس کا وہ لائق ہے اور اسکے بعد امّا بعد کہہ کر لوگوں کی توجہ اہم معاملات کی طرف دلائی۔آپ نے فرمایا ایھا الناس قد وُلیتُ علیکم ولستُ بخیرکم لوگو! مَیں تم پر والی بنایا گیا ہوں۔مگر میں تم سے بہتر نہیں ہوں جیسے تم ہو، ویسا ہی مَیں ہوں۔خلیفہ بننے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی انسانیت سے ہی باہر نکل جائے اور فرشتہ، جن یا کوئی اور چیز بن جائے۔ یہ تو ملوک کا شیوہ ہے جو اپنے آپ کو دوسروں سے برتر خیال کرتے ہیں اور اپنے لئے انسانیت کی اعلیٰ قدر و منزلت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہَیں۔فرمایا، میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔سُن لو فَاِنْ اَحْسَنْتُ فَاَعِیْنُوْنِیْ اگر مَیں کوئی اچھا کام کروں، خدا اور رسول کے حکم کے مطابق جائز اور صحیح بات کروں تو میری مدد کرنا کیونکہ اللہ کا حکم بھی یہی ہے۔ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی (المائدہ۔۲) نیکی اور تقویٰ کے کام میں تعاون کرو۔ ہر نظام تائید اور تعاون سے ہی چلتا ہے۔تبلیغی جماعت والے اچھا کام کر رہے ہَیں، انکی تائید کر کے اِن کا ساتھ دو گے تو اللہ راضی ہوگا اور اسلام کے نظام کو تقویت حاصل ہوگی۔ اِن لوگوں سے نفرت نہیں بلکہ محبت کرنی چاہیے۔ یہ لوگ وقت کی قربانی دے رہے ہَیں اور اپنی اصلاح کے ساتھ دوسروں کی اصلاح کا عزم بھی لئے ہوئے ہَیں۔ایک مومن کے سامنے دونوں باتیں ہوتیں ہَیں یعنی اپنی روحانی ترقی بھی اور اصلاحِ عالم بھی۔مومن کے قول وفعل میں تضاد نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ نے فرمایا یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ o (الصّف۔۲) اے ایمان والو! ایسی باتیں کیوں کرتے ہو جن پر خود عمل نہیں کرتے۔ ہر تبلیغی ساتھی کو اپنے اندر یہ فکر پیدا کرنی چاہیے کہ پہلے اپنی خامیاں دور کریں، اپنی اصلاح کریں تاکہ روحانی ترقی حاصل ہو اور پھر اصلاحِ عالم کا کام کر سکیں۔مولانا الیاس صاحبؒ اصلاح یافتہ انسان تھے۔مولانا یوسف صاحبؒ بھی قول وفعل کے پکے تھے۔ وہ دوسروں کو وہی کچھ کہتے تھے جو خود کرتے تھے۔ یہ کامل لوگوں کا کام ہے کہ پہلے اپنی اصلاح کریں اور پھر اصلاحِ عالم کا بیڑا اٹھائیں۔ایک کامل الایمان آدمی کو ہمیشہ یہ فکر دامن گیر رہتی ہے کہ دوسرے لوگ بھی صحیح نظام میں شریک ہو جائیں۔ یہ علت اور معلول والی بات ہے۔تعلیم اچھا کام ہے، اس میں تعاون کرنا چاہیے۔ اجتماعی نظام قائم کرنے کیلئے جمیعت سے تعاون ضروری ہے تاکہ شرعی نظام قائم ہو، غرضیکہ نیکی کے سارے کاموں میں تعاون اور بُرائی کے کاموں میں عدمِ تعاون کی ضرورت ہے۔ بُرائی کے کاموں میں تعاون کرنے سے بُرائی پھیلے گی اور معاونین بھی اس میں ملوث ہو جائیں گے۔

## غلط کام پر اصلاح

مَیں نے عرض کیا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ اگر مَیں کوئی اچھا کام کروں تو میری اعانت کرنا۔ واِن اساء ت فَقَوِّمونی اور اگر مَیں کوئی غلط کام کروں تو پکڑ کر میری اصلاح کر دو۔

آج ایسا حوصلہ مند کوئی حکمران نظر آتا ہے جو لوگوں کو کہے کہ غلط کام پر میری اصلاح کر دو۔ اسلام کا نام لینے والے آج جائز بات کو بھی برداشت نہیں کرتے مگر خلیفہ راشد کہہ رہا ہے کہ اگر مَیں کوئی غلط کام کروں تو مجھے پکڑ کر ٹھیک کر دو۔ سارے خلفائے راشدینؓ کا یہی طریق کار تھا کہ صحیح کام کریں تو تائید کرو، اور غلط کام پر اصلاح کرو۔

## خطبہ کی دوسری باتیں

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے خطاب میں یہ بھی فرمایا الصدق امانۃٌ لوگو! یاد رکھو، سچائی امانت ہے لہٰذا مسلمان کو ہمیشہ سچائی اختیار کرنی چاہیے۔ ہر بات، عمل، اخلاق اور معاملات لین دین میں سچائی کا دامن نہیں چھوٹنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا والکذبُ خیانۃٌ اور جھوٹ خیانت ہے۔ کسی معاملہ، بات، عمل، یا اخلاق میں جھوٹ کو دخیل نہیں ہونا چاہیے۔ لین دین کے معاملات مبنی برصداقت ہونے چاہئیں کیونکہ جھوٹ خیانت ہے۔ آپ نے فرمایا والضعیف منکم قویٌ عندی حتٰی ازیح علته ان شاء اللّٰه کمزور آدمی اُس وقت تک میرے نزدیک طاقتور ہے جب تک مَیں اس کا حق اُسکو نہ دلا دوں۔ میرا فرض ہے کہ مَیں حقدار کا حق اس تک پہنچاؤں انشاء اللہ والقوی فیکم ضعیف حتی آخذ منه الحق ان شاء اللّٰه اور تم میں سے طاقتور کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے حق لے لوں انشاءاللہ۔ آپ نے فرمایا، لوگو! سن لو لا یدع الجهاد فی سبیل اللّٰه اِلّا ضَرَبهم اللّٰه بالذل کوئی قوم جہاد فی سبیل اللہ کو ترک نہیں کرتی مگر اللہ اُسے ذلت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ یہ بات حضرت صدیق اکبرؓ نے اسلام کی تعلیم کی روشنی میں فرمائی۔ دنیا اور عقبیٰ میں عزت کا ذریعہ جہاد ہے۔ اور پھر جہاد کے کئی شعبے ہَیں۔ ایک شعبہ دشمن کے ساتھ تلوار کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔ دوسرا شعبہ اسلامی تعلیم کو عام کرنا ہے۔ تیسرا شعبہ تبلیغ کے ذریعے اسلام کے احکام دوسروں تک پہنچانا ہے۔ اور ترکِ جہاد کے نتیجہ میں آرام طلبی، دنیا طلبی، عیش وراحت، مال کی حرص اور عدم مشقت آتی ہے۔ جس کا آخری نتیجہ ذلت ورسوائی ہی ہوا کرتا ہے۔ بادشاہی چھن جاتی ہے، ملک اغیار کے قبضہ میں چلا جاتا ہے اور اخلاقی نظام بگڑ جاتا ہے۔ پھر دوسری قومیں ذلیل خیال کرنے لگتی ہَیں جیسا کہ آج کل دنیا میں مسلمانوں کا حال ہو رہا ہے۔

## مسلمانوں کی حالتِ زار

آج دنیا کی سپر طاقتیں سب سے کمزور اور ذلیل مسلمانوں کو سمجھتی ہیں ۔مسلمان تعداد کے لحاظ سے کم نہیں مگر کوڑے کرکٹ کی طرح اخلاق نہیں ہے۔ ایمان ، دیانت اور امانت کا فقدان ہے ۔ نیک اعمال سے محروم ہیں ۔ مسلمانوں کو پتہ ہی نہیں کہ ہم کس لئے دنیا میں آئے ہیں اور ہمارا مشن کیا ہے؟ حضور نبی کریمؐ اور خلفائے راشدینؓ نے ہمیں کیا نظام دیا تھا، ہمیں کدھر جانا تھا اور کدھر جارہے ہیں ۔کیا ہماری فوج ٹھیک راستے پر جارہی ہے یا ہمارے صدر صاحب صحیح راستے پر گامزن ہیں ؟ عرب وعجم کے حکمران کدھر جارہے ہیں ؟ افغانستان کے حکمران یقیناً صحیح راستے پر نہیں تھے جس کی وجہ سے ذلت کا منہ دیکھنا پڑا۔ یہ تو اللہ کا فرمان ہے کہ جو قوم جہاد کو ترک کر دیتی ہے، اللہ اس کو ذلیل کر دیتا ہے۔تم کیا سمجھ رہے ہو کہ ذلت کہاں سے آ رہی ہے؟ یاد رکھو، یہ تمہاری آرام طلبی ،عیش پرستی اور کھیل تماشے کے راستے سے آ رہی ہے۔

## یومِ مطالبات

جمیعۃ العلماء والے کہتے ہیں کہ آج یومِ مطالبہ مناؤ۔ کس چیز کا مطالبہ منائیں اور کس کو کہیں ، کوئی سنتا ہی نہیں ۔ بتاؤ اسلام کے نظام کو جاری کرنے میں آج کیا چیز مانع ہیں ؟ اِن حکمرانوں کے ہاتھوں کو کس نے پکڑ رکھا ہے کہ وہ اسلامی نظام جاری نہیں کرتے ۔ اگر مارشل لاء اور انگریزی قانون چلا سکتے ہیں تو اسلام کا قانون کیوں نہیں جاری کر سکتے ۔ اسلام کے حلال وحرام کے قانون کو بھی اسی طرح کرو جس طرح مارشل کے ضابطے ہیں یا انگریزی تعزیرات جاری ہیں ۔کوئی رکاوٹ نہیں سوائے اس کے کہ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ والا جذبہ نہیں ہے۔ اگر ایمان قوی ہو تو کسی طعن کی پرواہ نہ کی جائے ۔تمہارا اپنا ایک نظام ہے، قانون ہے، تعزیرات ہیں جن کی اکثر باتیں مدوّن ہیں ۔ اگر کوئی چھوٹی موٹی اختلافی بات ہے تو وہ بھی حل ہو جائے گی ۔تم نے عبادت پر کوئی توجہ نہیں دی ، صرف زبانی اعلان اور جمع خرچ ہے کمیٹیاں بن رہی ہیں ، سیمینار ہو رہے ہیں مگر اسلام کو جاری کرنے کے لئے عملی طور پر کچھ نہیں ہو رہا ہے ۔ ہمارا تو ہمیشہ یہی مطالبہ رہا ہے کہ خدا کے بندو! آج تمہارے ہاتھ آزاد ہیں ، سروں پر انگریز نہیں ہے خدا نے موقع دیا ہے تو اسلامی قانون کو جاری کرو۔ اگر مارشل لاء کے ضابطے جاری ہو سکتے ہیں تو اسلامی ضابطے جاری کرنے میں کیا چیز مانع ہے سوائے اس کے کہ دل میں ایمان باقی نہیں رہا۔ خدا جانے وہ وقت کب آئے گا جب ہمارے ملک میں اسلامی قانون مع حدود کے جاری ہوگا۔ ہمارا تو یہی مطالبہ ہے کہ اگر خدا کو ماننے والے ہو تو بغیر کسی شرم وحجاب

کے اسلامی قانون جاری کرو۔اگر تمہیں اس قانون کا علم نہیں تو اہلِ علم سے پوچھ لو، وہ بتا دیں گے۔جب محرم کا مہینہ آتا ہے تو جلوس نکلتے ہیں۔بھلا جلوس نکالنا بھی کسی مذہب اور دین کا حصہ ہے۔ناحق جانیں تباہ ہوتیں ہیں۔تبرا بازی ہوتی ہے۔تم آج تک یہ مسئلہ تو حل نہیں کر سکے۔وہ تو مقدس بزرگ ہیں، جن کے ہاتھوں اسلام کی بنیاد قائم ہوئی مگر آج اُن پر تبرا کیا جاتا ہے، گالیاں دی جاتی ہیں۔استغفر اللہ۔

## بے حیائی کا نتیجہ

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے خطبہ میں یہ بھی فرمایا ولا یشیع قوم قط الفاحشة الاعمهم اللّٰه بالبلاء جس قوم میں بے حیائی پھیل جائے، اللہ تعالیٰ اُن پر عام مصیبتیں ڈال دیتا ہے۔یہ سینما، کھیل تماشے، بے حجابی، عریانی، بڑے آدمیوں کے استقبال کیلئے لڑکیوں کو آگے لانا، کیا یہ اسلام کا قانون ہے اور کیا یہ بے حیائی نہیں ہے؟ ایسی قباحتیں پھیلیں گی تو اللہ تعالیٰ عام مصیبتیں ڈال دے گا۔یہ مہنگائی، افراطِ زر کیا مصیبت نہیں ہے۔ہمارے ملک کے چند آدمی کھاتے پیتے ہیں مگر اکثر آبادی تو بنیادی حقوق سے بھی محروم ہے۔یہ سب بے حیائی کا نتیجہ ہے۔غلط کام کی تائید کرنے والے اور سب اچھا کہنے والوں کی بھی کمی نہیں۔کوئی نہیں کہتا کہ یہ غلط کام ہے، اس کو ختم کرو۔

## اطاعت اور عدم اطاعت

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ بھی فرمایا اطیعونی ما اطعت اللّٰه ورسوله لوگو!! جب تک مَیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا رہوں، تم بھی میری اطاعت کرو۔فاذا عصیت اللّٰه ورسوله اور جب مَیں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے لگوں فلا طاعة علیکم تو تم پر میری اطاعت نہیں ہے۔نافرمانی کی صورت میں فلا سمع و لا طاعة نہ میری بات سنو اور نہ اس کو مانو۔اتنی بات فرما کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا قوموا الی صلاتکم یرحمکم اللّٰه کہ اللہ تم پر رحم فرمائے اب نماز کا وقت ہو گیا ہے، نماز کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔یہ حضرت صدیقؓ کا دوسرا خطبہ تھا جو آپ نے خلافت پر متمکن ہونے کے دوسرے دن ارشاد فرمایا۔الفاظ کی تشریح کا وقت نہیں تھا لہٰذا مَیں نے اختصار کے ساتھ عرض کر دیا ہے۔آپ کا تیسرا خطبہ بھی ہے، اللہ نے موقع دیا تو وہ بھی آپ کے گوش گزار کروں گا۔

## دعائیہ کلمات

بعض حضرات بیمار ہیں اور انھوں نے دعا کی درخواست کی ہے۔سب حضرات دعا کریں کہ جو مسلمان جس

جس روحانی یا جسمانی بیماری میں مبتلا ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو صحت کاملہ عاجلہ نصیب فرمائے، اور جو مسلمان وفات پا چکے ہیں، اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے۔ جو پریشان حال ہیں، اللہ تعالیٰ سب کی پریشانیوں کو دور فرمائے اور کاروبار میں برکت اور رزق حلال میں وسعت نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو حق بات کہنے، حق بات سننے اور اسلامی قوانین جاری کرنے کی توفیق بخشے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دینِ حق کی سمجھ اور اس پر کاربند رہنے کی توفیق نصیب فرمائے اور سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ سبحانك اللّٰهم وبحمدك اشهد ان لااله الا انت استغفرك واتوب اليك۔

(تاریخ خطبہ ۲۷ نومبر ۱۹۸۱ء)

"بعض مغربی اور عالمی حلقوں کے بقول افغانستان میں بزور طاقت قبضہ تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ سوال یہ ہے کہ بعض ممالک میں مسلح افواج حکومت پر طاقت کے ذریعے قبضہ کر کے ریفرنڈم کے ذریعے عوامی حمایت حاصل کرتی ہیں جسے تسلیم کر لیا جاتا ہے، یہ اصول افغانستان کے لیے کیوں قابل قبول نہیں ہے؟

[مولانا زاہد الراشدی]

مولانا محمد فیاض خان سواتی

# شوقِ مطالعہ

## اہلِ مدارس کو نصیحت

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ المتوفٰی ۱۴۰۳ھ نے فرمایا۔

''ایک بات تم علماء کرام سے کہنی ہے وہ یہ کہ دوسرے مدارس کی تنقید اور اپنے مدرسہ کی تعریف نہ کرو، ہاں اپنی ضرورت ضرور کہو، دوسرا مضمون تمہارے متعلق ہے، تم میں سے کوئی کسی مدرسہ کا مدرس ہے، کوئی ناظم ہے، (حضرت کے قریب مجلس میں عام طور سے مختلف مدارس کے علماء و مدرسین وغیرہ ہوا کرتے تھے) مدرسہ کا مال جو ہے بہت خطرناک ہے، بڑے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے مجھے مدارس کی سرپرستی سے جتنا ڈر لگتا ہے اتنا اور کسی کام سے نہیں لگتا، اس وجہ سے کہ تم مدرسہ کے مال کے مالک نہیں، امین ہیں، ہمارے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتا، اپنے تعلق کی وجہ سے اگر کسی کی خیانت کو معاف کرو گے تو تم بھی پکڑے جاؤ گے۔''

(ملفوظات حضرت شیخؒ ص ۱۶۰، ۱۶۱، نظر ثانی، تہذیب و تنقیح مولانا محمد عاقلؒ، طبع کراچی)

## سلطان محمود غزنوی صاحب تصنیف اور فقیہ تھا

حضرت مولانا حکیم سید عبدالحئی بن فخر الدین حسنی بریلوی لکھنویؒ المتوفٰی ۱۳۴۱ھ رقمطراز ہیں۔

''انہوں (یمین الدولہ محمود بن سبکتگین غزنوی المتوفٰی ۴۲۱ھ) نے کئی کتابیں لکھیں، ازاں جملہ تفرید ہے جس کا تذکرہ کشف الظنون میں ہے، اور امام مسعود بن شیبہ سے منقول ہے کہ سلطان محمود اکابر فقہاء سے تھا، اس کی کتاب التفرید غزنہ کے گرد و نواح میں متداول ہے، اس میں سات ہزار مسائل ہیں جو نہایت تحقیق سے لکھے گئے ہیں، حتیٰ کہ احناف کی مشہور کتاب تاتارخانیہ میں التفرید کے مسائل نقل کیے گئے ہیں۔''

(اردو ترجمہ نُزھۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنوظر حصہ اول ص ۱۶۱، مترجم ابو یحییٰ امام خان نوشہروی، طبع لاہور)

## قبر سے جواب

مصنف۔ حضرت شیخ ابوالفضل تاج الدین احمد بن محمد بن عبدالکریم بن عطاء اللہ اسکندری شاذلی مالکیؒ المتوفی ۷۰۹ھ۔

مبوب۔ حضرت مولانا علی متقیؒ المتوفی ۹۷۵ھ۔

مترجم۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ المتوفی ۱۳۴۶ھ۔

شارح۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ گنگوہیؒ المتوفی ۱۳۴۵ھ۔

مقدمہ۔ حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ المتوفی ۱۴۰۳ھ۔

''شیخ اسکندری رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات وخوارق میں سے دو واقعے جن کو شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ نے اپنی کتاب جامع کرامات الاولیاء کے صفحہ ۳۱۷ پر شیخ عبدالرؤف مناوی مصری شارح الحکم کے حوالہ سے لکھا ہے، بہت مشہور اور حیرت انگیز ہیں۔ (ان میں سے ایک واقعہ نذر قارئین ہے۔ فیاض)

''وہ لکھتے ہیں کہ علامہ کمال بن ہمام صاحب فتح القدیر رحمہ اللہ شیخ اسکندری کی قبر شریف پر زیارت کے لئے گئے اور سورۂ ہود پڑھنی شروع کی، جب اس آیت تک پہونچے فمنهم شقی وسعید (یعنی پس بعض ان لوگوں میں سے بدبخت ہیں اور بعض نیک بخت) تو شیخ قبر کے اندر ہی بلند آواز سے جواب دیتے ہیں کہ یا کمال لیس فینا شقی یعنی (اے کمال ہم میں کوئی بدبخت نہیں ہے) اسی لئے علامہ کمال ابن الہمام نے وقت انتقال وصیت کی کہ میں شیخ کی قبر کے متصل دفن کیا جاؤں۔''

(عطر تصوف اکمال الشیم شرح اتمام النعم ترجمہ تبویب الحکم ص ۸۳، طبع لاہور)

## تکبر کی سزا اور ایمان کی جزا

امام زین الدین ابوحامد محمد بن محمد بن محمد الغزالیؒ المتوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں۔

''بنی اسرائیل میں ایک بہت بڑا عالم تھا، ایک دن تمازت آفتاب میں ایک بادل کا ٹکڑا اس پر سایہ کیے تھا، ایک انتہائی فاسق نے دیکھا اور سوچا کہ میں اس عالم کے پاس جاؤں تو شاید دھوپ کی شدت کم ہو، وہ یہ سوچ کر عالم کے پاس بیٹھ گیا، عالم نے اس کو دیکھ کر کہا کہ تو فاسق ہے، میرے پاس سے اٹھ کر چلا جا! وہ بیچارہ وہاں سے کھڑا ہو گیا، اب بادل کا ٹکڑا بجائے عابد کے اس فاسق کے ساتھ ساتھ سایہ کیے چلا گیا۔

پیغمبر وقت پر وحی نازل ہوئی کہ ان دونوں سے کہہ دو کہ اب پھر نئے سرے سے اعمال کریں، اس لیے کہ عابد کی عبادات اس کی کبر کی وجہ سے چھین لی گئیں اور فاسق کے گناہ ہمارے اوپر ایمان رکھنے کی وجہ سے بخش دیئے گئے۔''

(کیمیائے سعادت مترجم ص ۵۴۱ و ۵۴۲، اردو ترجمہ نائب نقوی، طبع کراچی)

## آمین بالجہر کے متعلق نواب صدیق حسن خانؒ کے صاحبزادہ کی حکایت

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ المتوفٰی ۱۳۶۲ھ نے فرمایا۔

نواب صدیق حسن صاحب کے بیٹے کی ایک شکایت آئی کہ ایک روز بھوپال میں وہ مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے اور ایک غیر مقلد ان کے پاس کھڑے ہوئے تھے یہ خیال کر کے کہ صاحبزادے صاحب بہت خوش ہوں گے اس نے بڑے زور سے آمین کہی، صاحبزادے صاحب نے بعد نماز کے ان سے کہا کہ آپ سے مجھے کام ہے ذرا مجھ سے مل کر جایئے گا وہ خوشی خوشی انتظار میں بیٹھ گئے کہ دیکھئے کیا انعام ملتا ہے، تھوڑی دیر میں صاحبزادے صاحب مسجد کے باہر تشریف لائے اور وہ صاحب سامنے آئے کہ حضور کیا ارشاد تھا، صاحبزادے صاحب نے ان کے ایک دھول زور سے جمائی اور فرمایا کہ زور سے آمین کہنا تو ضرور حدیث میں آیا ہے مگر یہ بتلا کہ آمین کی اذان کس حدیث میں آئی ہے جو تو نے اس زور سے کہی کہ پاس والے بھی گھبرا اٹھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ صرف مخالفت بھڑکانے کیلئے ایسا کرتے ہو اس لئے یہ سزا دی گئی۔ حضرات ہماری سب ہی حالتیں بگڑ رہی ہیں۔ ہر چیز میں زیادتی یا کمی ہو رہی ہے۔ عوام کی کیا شکایت کریں۔'' (تسہیل المواعظ جلد دوم ص ۶۷، طبع انڈیا از مولانا انوار الحق امروہیؒ)

## فقط تعظیم سے شیعہ سید، سنی ہو گئے

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ المتوفٰی ۱۴۰۳ھ رقمطراز ہیں۔

''خانصاحب (حاجی امیر شاہ خان صاحب) نے فرمایا کہ مولوی عبد القیوم صاحب نے بیان فرمایا کہ شاہ عبد القادر صاحب کا معمول تھا کہ کسی کی تعظیم نہ دیتے تھے مگر سید کی تعظیم دیتے تھے خواہ سنی ہو یا شیعہ، ایک رئیس تھا شیعی اس کے یہاں شاہ عبد القادر صاحب کی اس عادت کا تذکرہ ہوا جن لوگوں نے ذکر کیا وہ سنی تھے، اس پر وہ رئیس بولا کہ میں شاہ صاحب کی خدمت میں چلتا ہوں، اگر انہوں نے میری تعظیم دے دی تو میں سنی ہو جاؤں گا، اور اس سے میرے سید ہونے کی بھی تصدیق ہو جائے گی اور یہ کہہ کر وہ شاہ صاحب کی خدمت میں روانہ ہو گیا اور جو لوگ اس وقت اس کے یہاں موجود تھے وہ بھی اس کے ساتھ ہو لئے اس رئیس نے سب سے کہہ دیا کہ میرے ساتھ چلیں

کوئی شخص مجھ سے آگے نہ جاوے، جب وہ شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچا تو حسب عادت شاہ صاحب نے اس کی تعظیم دی، اس نے کہا کہ حضرت آپ نے میری تعظیم کیوں دی، آپ نے فرمایا کہ تمہارے سید ہونے کی وجہ سے، اس نے کہا کہ میں تو شیعی ہوں، آپ نے فرمایا کیا مضائقہ ہے، اس پر اس نے کہا کہ آپ شیعوں کی بھی تعظیم دیتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ سید اگر شیعی بھی ہوتا ہے تو اس کی تعظیم دیتا ہوں، اس نے کہا اس کی کیا وجہ، آپ نے فرمایا اگر قرآن شریف کاتب کی غلطی سے غلط لکھا جاوے تو اس کو قرآن کہیں گے گو یہ بھی کہیں گے کہ وہ غلط ہے، اس پر وہ سنی ہو گیا اور جتنے اس کے ساتھ شیعہ تھے وہ بھی سنی ہو گئے، اور جب اس کی خبر شیعوں کو ہوئی تو اور بھی چند شیعہ سنی ہو گئے اور اس رئیس نے بہت دھوم کے ساتھ مٹھائی بانٹی۔''

(روایات الطیب، بزرگان دارالعلوم کے نادر واقعات ص۴۴ و۴۵، طبع لاہور)

## تخت نشین بادشاہ کا قرآن حفظ کرنا

جناب مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب رقمطراز ہیں۔

''(اورنگزیب عالمگیرؒ المتوفی ۱۷۰۷ء کو) قرآن مجید سے بہ درجہ غایت شغف و تعلقِ خاطر تھا، بعض سورتیں تو ابتدا ہی سے حفظ تھیں، سریر آرائے سلطنت ہونے کے بعد پورا قرآن مجید حفظ کیا۔''

(فقہائے ہند جلد پنجم، حصہ اول ص۵۲، طبع لاہور)

## چوہے کی کارستانی

امام محی السنۃ ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی الفراء الشافعیؒ المتوفی ۵۱۶ھ رقمطراز ہیں۔

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک چوہا دئے کے فتیلہ (بتی) کو کھینچتے ہوئے لایا اور اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس چھوٹی چٹائی پر پھینک دیا جس پر آپ تشریف فرما تھے، اس نے چٹائی میں سے ایک درہم جتنی جگہ جلا دی تو حضورؐ نے فرمایا جب تم سوتے ہو تو اپنے چراغوں کو بجھا دیا کرو کیونکہ شیطان ایسے کام کیلئے ان جیسوں کی راہنمائی کرتا ہے جو تم کو جلا دیتے ہیں۔''

(کتاب مصابیح السنۃ عربی ج۲ ص۱۱۸، طبع مصر)

......☆......☆......☆......☆......

مولانا زاہد الراشدی
جانشین امام اہل السنۃؒ

# کراہت کے مختلف دائرے

[۲۵، اگست ۲۰۲۱ء کو جامعہ اسلامیہ محمدیہ فیصل آباد میں بعد نماز عصر ہفتہ وار درس]

بعد الحمد والصلوٰۃ! آج آپ دوستوں کے سامنے کراہیت اور مکروہ کی اصطلاح کے حوالہ سے چند گزارشات پیش کرنا چاہوں گا۔

ہمارے ہاں حلال و حرام کے ساتھ ایک دائرہ مکروہ کا بھی بیان ہوتا ہے اور زندگی کے مختلف شعبوں میں جائز و ناجائز اور مکروہ کے بارے میں مسائل بیان کیے جاتے ہیں، کراہیت کا لفظ لغت میں ناپسندیدگی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور جو بات یا چیز کسی حوالہ سے ناپسندیدہ ہو اسے مکروہ کہا جاتا ہے، اس کراہت کے مختلف دائرے ہیں۔

[۱] کراہت شرعیہ وہ چیز جو شرعاً مکروہ ہو اسے فقہاء کرام اور مفتیان عظام بیان کرتے ہیں۔

[۲] کراہت طبیہ جس کے بارے میں ڈاکٹر اور حکیم صاحبان بتاتے ہیں کہ فلاں بیماری کی وجہ سے فلاں چیز کا استعمال ناپسندیدہ ہے اسے پرہیز کا کہا جاتا ہے جو جائز اور حلال چیزوں سے بھی ضروری ہو جاتی ہے۔

[۳] کراہت طبعیہ جس کا تعلق انسان کے مزاج سے ہوتا ہے اور کسی شخص کو کوئی چیز اپنے طبع و مزاج کے لحاظ سے پسند نہیں ہوتی۔

[۴] کراہت عرفیہ، کسی چیز میں کوئی نقصان نہیں ہوتا مگر ایک علاقہ میں اس کا استعمال عام نہ ہو تو اسے بسا اوقات مکروہ سمجھا جاتا ہے۔

شریعت اسلامیہ میں ان چاروں پہلوؤں کا تذکرہ اور حوالہ موجود ہے جسے سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔

کراہت شرعیہ کے تو سینکڑوں حوالے قرآن و سنت اور فقہ اسلامی میں مذکور ہیں جن کا ہم عام طور پر تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔

کراہت طبیہ یہ ہے کہ کسی بیماری کی وجہ سے ڈاکٹر یا حکیم کوئی چیز استعمال کرنے سے منع کر دیں جبکہ بذات خود وہ چیز نقصان دہ نہ ہو مثلاً حلوہ یا کوئی میٹھی چیز بظاہر عام طور پر پسندیدہ ہوتا ہے مگر شوگر کے مریض کو اس سے روک دیا جاتا ہے کہ اس سے بیماری میں اضافے کا خطرہ ہوتا ہے، صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک بار کچھ دن بیمار رہنے کے بعد صحت یاب ہوئے تو ایک مجلس میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھجوریں کھانے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوریں ان کے ہاتھ سے لے لیں اور فرمایا کہ تم بیمار رہے ہوا بھی نہ کھاؤ اس سے تمہیں نقصان ہوسکتا ہے، چنانچہ علاج کے ساتھ پرہیز کو بھی ضروری سمجھا جاتا ہے اور سنت نبیؐ میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے۔

کراہت طبعیہ کہ ایک چیز حلال ہے اور اس کا بظاہر کوئی نقصان بھی نہیں ہے مگر کسی شخص کو طبعاً وہ پسند نہیں ہے جیسا کہ ایک حدیث کے مطابق جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھیوں کو پیاز یا لہسن کھا کر مجلس میں آنے سے منع فرما دیا، پوچھا گیا کہ کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا حرام نہیں ہے مگر اس کی بو مجھے پسند نہیں ہے اور فرشتوں کو بھی ناگوار محسوس ہوتی ہے جو میری مجلس میں ہر وقت موجود ہوتے ہیں، اس لیے ایسی چیزیں کھا کر فوراً میری مجلس میں نہ آیا کرو۔

یہ طبیعت اور مزاج کی بات ہوتی ہے، بعض مزاج ایسے ہوتے ہیں کہ گٹر کے کنارے پر انہیں چارپائی بچھا دی جائے تو وہ سو جاتے ہیں جبکہ بعض حضرات میں نفاست اس درجہ میں ہوتی ہے کہ صاف ستھرے کمرے میں مزاج کے خلاف کوئی چیز پڑی ہو تو انہیں رات بھر نیند نہیں آتی۔

چوتھی کراہیت عرفیہ ہے کہ ایک چیز کسی علاقے میں نہیں پائی جاتی تو اس کے استعمال کو عام لوگوں میں پسند نہیں کیا جاتا ہے، ایک صحیح روایت میں ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہیں سے ضب (صحرائی جانور) بھنا ہوا بھیجا گیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا، ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ دیکھ رہی تھیں، انہوں نے آواز دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا تو دو کہ یہ کیا چیز تم نے ان کے سامنے رکھی ہے؟ بتایا گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سامنے سے ہٹا دیا، ساتھیوں نے پوچھا کہ کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا کہ میں حرام تو نہیں کہتا مگر چونکہ ہمارے علاقے میں نہیں پایا جاتا اس لیے مجھے پسند نہیں ہے، مجلس میں حضرت خالد بن ولیدؓ بھی موجود تھے، انہوں نے یہ سن کر اس بھنے ہوئے جانور کو کھینچ کر اپنے سامنے کھ لیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے

بیٹھ کر سارا کھا گئے۔

یہ کراہیت عرفیہ ہے کہ علاقے میں نہ پائی جانے والی چیز بسا اوقات پسند نہیں کی جاتی، میں نے کراہیت کے حوالہ سے چار دائرے بیان کیے ہیں، یہ ہر زمانے میں موجود رہے ہیں، آج بھی پائے جاتے ہیں اور سنت و شریعت میں ان کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان کا درجہ بدرجہ لحاظ رکھنا ضروری ہے اور ان سے ہم سب کو واقف ہونا چاہئے۔

''میں نے اٹلانٹا کا وہ میدان دیکھا ہے جہاں امریکی خانہ جنگی کے دوران جنوب کی ''کنفڈریٹ اسٹیٹس آف امریکہ'' نے شمال کی ''یونائیٹڈ اسٹیٹس آف امریکہ'' کے سامنے ہتھیار ڈالے تھے جسکے بعد امریکہ کے متحد ہونے کی راہ ہموار ہوئی تھی، آج افغانستان میں وہی ہونے جا رہا ہے تو امریکہ کو پریشانی کیوں ہے؟''

[مولانا زاہد الراشدی]

[خطاب] مولانا محمد فیاض خان سواتی
[ضبط وترتیب] محمد حذیفہ خان سواتی

# تکبر سے اجتناب اور راستے کے آٹھ حقوق

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، خُصُوْصاً عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ نُجُوْمِ الْهُدٰى، اَمَّا بَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَo وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَo

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ، وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ، وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

محترم حاضرین و برادران اسلام وخواتین محترمات!

## تمہید

میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم تیسویں پارہ میں سے ''سورۃ المطففین'' کی دو آیات ۲۹ اور ۳۰ تلاوت کی ہے، جن کی روشنی میں آج میں مسلمانوں کی سوسائٹی اور معاشرت کے حوالے سے ایک اہم بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں، ان آیات کے نزول کا مقصد حقیقت میں یہ ہے کہ کافر اور مشرک لوگ ہمیشہ سے اہل ایمان کو حقیر اور گھٹیا سمجھتے رہے ہیں، ان کا تمسخر اڑاتے، طعنہ زنی کرتے، آنکھوں سے اشارے کرتے اور ایسے بہت سے کام جو توہین کے زمرے میں آتے ہیں کافروں، مشرکوں اور منافقوں کی طرف سے ہمیشہ سے اہل ایمان اور مسلمانوں کے خلاف استعمال ہوتے چلے آئے ہیں، اب بھی ہو رہے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے، افسوسناک بات یہ ہے کہ کافروں، مشرکوں اور منافقوں کا یہ شیوہ اب خود مسلمانوں میں منتقل ہو گیا ہے، اہل ایمان کیلئے خواہ وہ مرد ہوں یا خواتین، بچے ہوں یا بوڑھے، غرضیکہ ہر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں کیلئے اس پہلو

میں اصلاح ضروری ہے، سب سے پہلے ان آیات کا ترجمہ ومفہوم عرض کرتا ہوں۔

## تلاوت کردہ آیات کا ترجمہ ومفہوم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا بے شک وہ لوگ جنہوں نے جرم کیا۔ دنیا میں سب سے بڑا جرم کفر اور شرک ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود فرمایا اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ (لقمان۔۱۳) بے شک شرک البتہ بہت بڑا ظلم ہے اور وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (البقرۃ۔۲۵۴) اور جو لوگ کفر کرنے والے ہیں وہی ظالم ہیں۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ سارے جرائم آتے ہیں، تو ان کا شیوہ کیا تھا، كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے تمسخر اڑاتے، ہنستے اور ٹھٹا کرتے تھے۔ کوئی بھی مسلمان ان کے قریب سے گزرتا تو قہقہے لگاتے، طعنہ زنی کرتے۔ دوسری آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ اور جب وہ اہل ایمان ان کے قریب سے گزرتے، وہ اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوتے تو يَتَغَامَزُوْنَ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ آنکھوں سے اشارے کرتے، ان کو گھٹیا سمجھتے ہوئے۔

امام قرطبیؒ جن کی قرآن کریم کی احکام کے حوالہ سے بڑی تفصیلی تفسیر ہے ''احکام القرآن'' اس میں اور مختصر تفاسیر میں سے امام جلال الدین سیوطیؒ اور امام جلال الدین محلیؒ کی ''جلالین'' میں اور دیگر تفاسیر میں موجود ہے، فرماتے ہیں کہ ان آیات کا مصداق کافروں میں سے ابوجہل، عتبہ، شیبہ، مغیرہ اور اس قسم کے بڑے کفار تھے، اور پھر ان کے حمایتی بھی اپنے ان ہی آقاؤں کے تحت یہی رویہ روا رکھتے تھے، عمومی طور پر سب مسلمانوں کے ساتھ یہ رویہ اختیار کیا جاتا تھا لیکن کمزور مسلمانوں کو زیادہ نشانہ بناتے تھے، مثلاً حضرت بلال حبشیؓ، حضرت صہیب رومیؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ جیسے صحابہ کرامؓ جو کمزور تھے، ان کا کوئی نہیں تھا، غلام تھے، ان لوگوں کا زیادہ تمسخر اڑاتے تھے، جب ان کے پاس سے گزرتے ان کو آنکھوں سے اشارے کرتے، ہنستے اور بڑی عجیب وغریب باتیں کرتے تھے، کہتے یہ نجات کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں، کھانے پینے کو کچھ ہے نہیں، رہنے کیلئے کچھ نہیں ہے، جنت کی ٹکٹیں تقسیم کرتے پھرتے ہیں، دیکھو یہ حوروں کے دلہے جا رہے ہیں، تو یہ ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے، حضرت نوحؑ کی قوم میں بھی یہی کچھ ہوا تھا، ان کے بعد جتنے بھی انبیاء ورسل گزرے ہیں ان کی قوموں میں ایسے ہی چلتا رہا، اہل ایمان کے ساتھ طاقتور، مال دار، دنیا کی نعمتوں سے سرفراز لوگ اہل ایمان کا تمسخر اڑاتے تھے، آج بھی دنیا میں یہی سلسلہ جاری ہے جو قیامت تک چلتا رہے گا، لہٰذا اس سے گھبرانا نہیں چاہئے، کافروں کا تو یہ شیوہ ہے ہی، ان کی طرف سے ایسا ہو تو بات

سمجھ میں آتی ہے، لیکن افسوس ناک بات یہ ہے کہ یہی شیوہ مسلمانوں نے اختیار کر لیا ہے، جن مسلمانوں کے پاس مال، دولت، اقتدار، عہدہ اور کوئی برتری ہے وہ کمزور لوگوں کو کچھ سمجھتے ہی نہیں، ایسے رویے کی بنیاد دوسروں کو حقیر سمجھنا ہے، جب تک کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو حقیر سمجھے گا، اس وقت تک اس کے دل سے تکبر نہیں نکل سکا، انا پرستی نہیں ختم ہوسکتی، اس بات کو سمجھانے کیلئے میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں، جس سے بات آسانی سے سمجھ میں آجائے گی۔

## دوسروں کو حقیر سمجھنے کا ایک عبرتناک واقعہ

آٹھویں نویں صدی میں ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں امام محمد بن محمد بن یوسف جزریؒ، ۸۳۳ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے، انہوں نے عربی میں ایک چھوٹا رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے ''الزهر الفائح فی ذکر مَن تنزه عن الذنوب والقبائح ''مصر سے طبع ہوا ہے، اس میں انہوں نے کسی دوسرے کو حقیر سمجھنے کا ایک بڑا عبرتناک واقعہ لکھا ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے سارے لوگ واقف ہیں، اولیاء اللہ میں سے بہت بڑے ولی تھے، محدث، فقیہ، مفسر اور صوفی بھی تھے، ان کے زمانے کا واقعہ ہے کہ ایک پولیس والا یعنی سپاہی فوت ہوگیا، جو بڑا ظالم تھا، لوگوں پر ظلم وستم کرتا تھا اور ناجائز امور انجام دیتا تھا، اس کے گھر والے اور رشتے دار اس کا جنازہ اٹھا کر حضرت جنید بغدادیؒ کی مسجد میں لائے کہ آپ اس کا جنازہ پڑھا دیں، جب انہیں پتہ چلا کہ یہ اُس ظالم پولیس والے کی میت ہے تو انہوں نے کہا کہ میں اس ظالم کا جنازہ پڑھاؤں؟ میں اس کا جنازہ نہیں پڑھاؤں گا، اس کو لے جاؤ، کسی اور سے پڑھوالو، اس کے اعزہ واقارب اس کا جنازہ اٹھا کر لے گئے، جنازہ پڑھا اور اس کو دفن کر دیا، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے بڑے لوگوں کو بھی تنبیہ ہوتی ہے، رات ہوئی، حضرت جنید بغدادیؒ سوئے تو انہیں ایک خواب آیا، جس پولیس والے کو انہوں نے ظالم اور کمتر سمجھتے ہوئے اس کا جنازہ نہیں پڑھایا تھا، دیکھا کہ وہ ایک بڑے عالیشان مکان میں اور بڑی اچھی حالت میں ہے، نعمتوں سے مالا مال ہے، حضرت جنید بغدادیؒ نے خواب میں ہی اس سے پوچھا کہ یہ تیری کیا حالت ہے؟ تیرے ساتھ کیا سلوک ہوا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تیرے ساتھ کیسا برتاؤ کیا ہے؟ اُس ظالم پولیس والے نے خواب میں حضرت جنید بغدادیؒ سے یہ کہا کہ آپ نے تو مجھے حقیر سمجھتے ہوئے میرا جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ پر رحم فرمایا ہے اور مجھے بخش دیا ہے، حضرت جنید بغدادیؒ جب خواب سے بیدار ہوئے تو ان کو اس واقعے سے بڑی چوٹ لگی اور معاملہ سمجھ میں آ گیا، اسی وجہ سے اسلام کی

تعلیمات یہ ہیں کہ کوئی مسلمان ہو، صاحب ایمان ہو، چاہے جتنا بھی گناہ گار کیوں نہ ہو، اس کا جنازہ پڑھا جائے، جنازہ اسی لیے پڑھا جاتا ہے کہ اس کیلئے بخشش کی دعا کی جائے، انبیاء کے علاوہ کوئی بھی ایسا آدمی نہیں ہے جو گناہ گار نہ ہو، کم وبیش ہر ایک میں کوئی نہ کوئی کوتاہی ہوتی ہے، آخر میں اسی لیے سب اکٹھے ہو کر اس کیلئے اللہ کی بارگاہ میں سفارش کرتے ہیں تاکہ جو کمی کوتاہی ہے اللہ معاف فرما دے، اس لیے جیسا بھی گناہ گار کیوں نہ ہو اس کا جنازہ پڑھنا چاہئے۔

دوسری بات یہاں یہ سمجھنی چاہئے کہ یہ خواب کا واقعہ ہے، امتی کا خواب حجت شرعیہ نہیں ہوتا، نبی کا خواب وحی کی ایک قسم ہوتی ہے، جیسے وحی ہے اسی طرح خواب ہے، لیکن عام امتی کا خواب ویسا نہیں ہوتا اس کی تعبیر ہوتی ہے، لیکن اس واقعے سے یہ سبق ضرور ملتا ہے کہ خواب میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حضرت جنید بغدادیؒ کو ملامت اور تنبیہ ہوئی، انہوں نے آئندہ سے اس قسم کا کام نہ کرنے کا پکا ارادہ کر لیا کہ کسی کو حقیر نہیں سمجھیں گے۔

جو لوگ کسی کا تمسخر اڑاتے ہیں، کسی کے بارے میں اشارے کرتے ہیں، توہین کرتے ہیں، اصل میں ان کے اندر یہ بات ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کو حقیر سمجھتے ہیں، جب تک وہ اپنے دل ودماغ سے یہ اَنا پرستی نہیں نکالیں گے ان کا باطن پاک نہیں ہوگا، ظاہری طور پر چاہے کتنے بھی اخلاق کے ساتھ ملتے رہیں اور کتنا ہی دوسروں کے ساتھ تعاون کرتے رہیں، لیکن دل میں جو بغض، حسد، عناد، کینہ اور دوسروں کی حقارت ہے تو وہ تکبر سے نہیں نکل سکتے۔

## راستے کے آٹھ حقوق

میں اب ایک حدیث مبارکہ عرض کر کے بات کو ختم کرتا ہوں، یہ حدیث مبارکہ بخاری شریف میں بھی ہے اور مسلم شریف میں بھی ہے، ہمارے معاشرے کا ایک بہت اہم پہلو اس سے اجاگر ہوتا ہے، ہم لوگ گلیوں، محلوں میں اپنے مکانوں کے باہر بیٹھ جاتے ہیں، دروازوں پر، تھڑوں پر، چوکوں اور چوراہوں میں مجمع لگاتے ہیں، بیٹھ کر گپیں ہانکتے ہیں، اس دوران آنے جانے والوں کا مذاق بھی اڑاتے ہیں اور بہت سی غیر اخلاقی باتیں ہوتی ہیں جو آپ کو ساری معلوم ہی ہیں، حضور نبی اکرمؐ نے جو اس بارے میں تعلیمات دی ہیں وہ اس حدیث مبارکہ میں موجود ہیں، متفق علیہ حدیث ہے، یہی حدیث ابوداؤد شریف میں بھی موجود ہے، اس کو روایت کرنے والے تین صحابہ کرامؓ ہیں، تینوں کی روایت کے الفاظ کو شمار کریں تو تقریباً آٹھ باتیں بن جاتی ہیں، جو جناب رسول اللہؐ نے اس بابت میں تعلیم کے طور پر ارشاد فرمائی ہیں۔

پہلی روایت جو تفصیلی ہے بخاری ومسلم کی، وہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے ہے، دوسری دو روایات جو ابوداوٗد شریف میں ہیں، ایک حضرت ابوہریرۃؓ سے ہے اور ایک حضرت عمر بن خطابؓ سے ہے، حضرت ابوسعید خدریؓ جناب رسول اللہؐ کے صغار صحابہ میں سے ہیں ، باپ بیٹا دونوں صحابی ہیں، سعد بن مالک بن سنان ان کا نام تھا، انصاری ہیں ۶۴ھ یا ۷۴ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے، بخاری ومسلم کی روایت ان سے منقول ہے۔

جناب رسول اللہؐ نے ایک موقع پر یہ ارشاد فرمایا اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ بِالطُّرُقَاتِ صحابہ کرامؓ کو آپ نے دیکھا کہ وہ راستے میں بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے تو آپ نے ان کو سمجھایا اور تنبیہ کی کہ تم راستوں میں بیٹھنے اور مجلس کرنے سے بچو، یعنی راستوں میں مجلس نہ لگایا کرو۔ صحابہ کرامؓ نے آگے سے ایک عذر پیش کیا، انہوں نے کہا کہ مَا لَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ نَتَحَدَّثُ فِيْهَا صحابہ کرامؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! ہمارے لیے تو ایسی مجالس کرنا ضروری ہیں، ان میں ہم باتیں کرتے ہیں، ان کے بغیر چارۂ کار نہیں ہے، ایسا انہوں نے حضور نبی اکرمؐ کی بات کو رد کرنے کیلئے نہیں کہا، محدثین کہتے ہیں اس کا مطلب یہ تھا کہ ہمارے گھروں میں جگہ کم ہے، ہمیں باہر کھڑے ہو کر کبھی کسی کے ساتھ تجارتی بات کرنی پڑتی ہے، کسی کے ساتھ کوئی معاملات طے کرنے ہوتے ہیں، دو چار آدمی آجاتے ہیں ،کبھی کوئی وفد آجاتا ہے تو ہمارے لیے اس کے بغیر چارۂ کار نہیں ہے، زیادہ آدمی آجائیں تو ہمارے لیے گھر میں جگہ نہیں ہوتی۔

جناب رسول اللہؐ نے ان کے عذر کو قبول فرمایا، آپؐ نے فرمایا فَاِذَا اَبَيْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ اگر تم انکار کرتے ہو، مطلب یہ ہے کہ تمہارے لیے ایسی مجلس کا کرنا اگر ضروری ہے اس کے بغیر تمہارا گزارا نہیں ہوتا تو فَاَعْطُوْا الطَّرِيْقَ حَقَّهٗ راستے میں بیٹھ کر جب مجلس وغیرہ کرو تو راستے کا حق بھی ادا کرو، یعنی راستے کے بھی حقوق ہیں، ایک مسلمان پر اپنے حقوق ہیں، دوسروں کے حقوق ہیں، اسلام نے تو راستے کے حقوق بھی بتلائے ہیں۔

صحابہ کرامؓ نے جب یہ سنا تو ان کو بات سمجھ نہ آئی، انہوں نے پوچھا وَمَا حَقُّ الطَّرِيْقِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اے اللہ کے رسول! راستے کا حق کیا ہوتا ہے؟ جناب رسول اللہؐ نے راستے کے حق کے بارے میں یکے بعد دیگرے چند باتیں ارشاد فرمائیں، جن کی تعداد آٹھ تک پہنچ جاتی ہے، یہ ایک ہی مجلس کی باتیں ہے، ویسے تو اور بہت سی باتیں ہیں۔

[۱] آپؐ نے فرمایا سب سے پہلی بات یہ ہے غَضُّ الْبَصَرِ اگر راستے میں تمہارا بیٹھنا ضروری ہی ہے، اول

تو بیٹھنا ہی نہیں چاہئے، تاہم اگر ضروری ہے تو اُس کیلئے یہ تعلیم ہے کہ اپنی نظر کو نیچے رکھو، کیونکہ راستے میں صرف مرد ہی نہیں بلکہ خواتین بھی گزریں گی، نیز وہ مجلس اس طرح کرنی چاہئے اور وہاں اس طرح کھڑا ہونا چاہئے کہ کسی کا راستہ نہ رکے، ساری گلی کو گھیر کر کھڑے ہو جائیں تو وہاں سے دوسرے لوگ اور خواتین کیسے گزریں گی، بلند آواز سے باتیں نہیں کرنی چاہئے، اس سے دوسرے لوگ ڈسٹرب ہوتے ہیں، کوئی ساتھ گھر والا نماز پڑھ رہا ہے، کوئی سویا ہوا ہے، کوئی بیمار ہے، سب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اسلام اس کی تعلیم دیتا ہے، تو فرمایا کہ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ نظر کو پست رکھو۔

یہاں ایک بات اور عرض کر دوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں مردوں کیلئے بھی نظر کو پست رکھنے کا حکم دیا ہے اور عورتوں کیلئے بھی، بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ پردہ عورتیں کریں، مرد کیلئے نہیں ہے، اس بارے میں اللہ کیا کہتا ہے؟ سورۂ نور آیت ۳۰ میں آتا ہے حضور نبی اکرمؐ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ آپ کہہ دیجئے مومنین سے کہ اپنی نظروں کو پست رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور اس سے اگلی متصل آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے پھر جناب رسول اللہؐ کو فرمایا وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ اے پیغمبرؐ! آپ مومنہ عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ وہ اپنی نظروں کو پست رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہاں نکتے کی بات یہ ہے کہ نظر کو پست رکھنے کے ساتھ مردوں کیلئے بھی اور عورتوں کیلئے بھی آگے معاً ایک ہی بات کہی گئی ہے، مرد اپنی نظروں کو پست رکھیں، عورتیں بھی اپنے نظروں کو پست رکھیں اور دونوں کو کہا گیا ہے کہ اپنے ناموس کی حفاظت کریں، گویا کہ ناموس کی حفاظت کیلئے نظر بڑی اہم چیز ہے، اسی سے ساری بنیاد پڑتی ہے اور آغاز ہوتا ہے، اسی وجہ سے جناب رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ناجائز چیزوں کی طرف، عورتوں کی طرف اور جتنی بھی حرام چیزیں ہیں ان کی طرف نظر اٹھانا سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِیْسَ شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ یہیں سے برائی کی بنیاد پڑتی ہے، راستے میں بیٹھا ہے، ظاہر بات ہے کہ وہاں سے خواتین بھی گزریں گی، کسی کی طرف نظر اٹھائی، وہ پسند آ گئی، وہ پتہ نہیں شادی کا محل ہے بھی یا نہیں، اس کے ساتھ پھر بات کرنے کی کوشش کرے گا، اسے ٹیلیفون کرنے کی کوشش کرے گا، آگے بڑھتے بڑھتے بدکاری تک یہ معاملہ منتج ہوگا، اسی لئے اللہ نے قرآن کریم میں دونوں کو نظریں پست رکھنے کا حکم دیا ہے، تو راستوں، چوکوں اور چوراہوں میں جو بیٹھیں یا کھڑے ہوں، جناب رسول اللہؐ نے فرمایا کہ راستے کا حق ادا کرو اور

اس حوالے سے سب سے پہلی بات یہ ہے کہ غضِ بصر یعنی نظر کو پست رکھو۔

[۲] دوسری بات آپ نے یہ ارشاد فرمائی کہ راستے میں اگر بیٹھنا ضروری ہے تو راستے کا حق اداء کرنے میں یہ بات بھی آتی ہے وَکَفُّ الْاَذٰی اذیت سے رکے رہو، کسی کو اذیت مت پہنچاؤ، کوئی گزر رہا ہے مرد یا خاتون، آنکھ سے اشارے کرنا، قہقہے لگانا، آوازیں کسنا، راستے کو اس طرح گھیر لینا کہ اُن کیلئے گزرنے کی جگہ ہی نہ رہے، یہ تنگ کرنے والی باتیں ہے، وہ پیدل نہیں گزر سکتے، ان کا موٹر سائیکل اور گاڑی نہیں گزر سکتی، ہارن دینے کے باوجود بھی ہٹتے نہیں ہیں، یہ سب اذیت کی باتیں ہیں، حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ یہ مومن کی صفت نہیں اور یہ مومن کا شیوہ نہیں ہے کہ وہ کسی کو اذیت پہنچائے، اول تو راستے میں بیٹھنا یا کھڑا ہی نہیں ہونا چاہئے، اگر ضروری ہے تو اس کا حق یہ ہے کہ کسی کو اذیت مت پہنچاؤ، کسی کو گزرتے گزرتے خواہ مخواہ گالی دے دی یا کسی کو پکڑ کر خواہ مخواہ پٹائی کردی، آج کل یہ سب کچھ ہو رہا ہے، فرمایا کہ ایسا کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

[۳] تیسری بات آپ نے یہ ارشاد فرمائی وَرَدُّ السَّلَامِ راستے میں پہلے تو بیٹھنا اور کھڑا ہی نہیں ہونا چاہئے، اگر ضروری ہے تو کوئی وہاں سے گزرتے ہوئے سلام کرے تو اس کو سلام کا جواب دو۔ یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ شریعت اسلامیہ میں دوسرے کو سلام کرنا سنت ہے، لیکن اگر دوسرا کوئی مسلمان سلام ڈال دے تو اس کے سلام کا جواب دینا واجب ہے، جناب رسول اللہؐ نے اس جملے میں ایک تعلیم دی ہے کہ سلام کا جواب دو، یہ نہیں کہا کہ سلام کرو، کیونکہ تعلیم یہ ہے کہ جو آدمی گزر رہا ہو اس کا حق بنتا ہے کہ وہ سلام کرے، جو کھڑا ہے وہ بیٹھے کو سلام کرے، جو چھوٹا ہے وہ بڑے کو سلام کرے، یہ ساری تعلیمات حضور نبی اکرمؐ نے دیگر احادیث میں ارشاد فرما دی ہیں، ایسا نہیں ہے کہ گپوں میں لگے رہیں، کون ہے؟ ہمیں جانتا ہے یا نہیں جانتا؟ حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ ایک دوسرے کو سلام کرنے سے محبت بڑھتی ہے، عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ جس کو تُو جانتا ہے اُس کو بھی سلام کر اور جس کو نہیں جانتا اس کو بھی سلام کر، مسلمان معاشرہ اس کو کہتے ہیں، تو سلام کا جواب دینا بھی راستے کا حق ہے۔

[۴] چوتھی بات آپ نے یہ ارشاد فرمائی کہ راستے میں بیٹھنا اور کھڑا نہیں ہونا چاہئے، اگر ضروری ہی ہے تو راستے کا چوتھا حق یہ ہے کہ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ نیکی کا حکم کرو۔ نیکی کی بات ہی کرو، وہاں بیٹھ کر گپیں لگانا، گانے سننا، آوازیں کسنا درست نہیں ہے، نیکی کی بات ایک دوسرے کے ساتھ یا کسی اور کیلئے کر رہے ہو تو ٹھیک ہے، نیکی کی باتوں کی بڑی تفصیلات ہیں۔

[۵] پانچویں بات آپ نے یہ ارشاد فرمائی وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ برائی سے منع کرو۔ آپس میں بات ہو رہی ہے تو آپس میں بھی ایک دوسرے کو برائی سے منع کرو، کسی اور کیلئے مشورہ ہو رہا ہے تو بھی ایسا ہی کرو۔ یہ پانچ باتیں بخاری و مسلم کی روایت میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث میں موجود ہیں، جبکہ ابوداؤد شریف کی روایت میں اسی روایت کے ساتھ آگے ایک بات کا اضافہ ہے، یہ روایت حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔

[۶] جناب رسول اللہؐ نے فرمایا چوکوں چوراہوں پر بیٹھنا اور کھڑا نہیں ہونا چاہئے، اگر ضروری ہے، لاچاری ہے تو راستے کا حق بھی اداء کرو، تو راستے کے حقوق میں چھٹی بات ابوداؤد شریف میں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں آتی ہے، جناب رسول اللہؐ نے فرمایا وَاِرْشَادُ السَّبِيْلِ راستے میں بیٹھے ہو تو راستے کی راہنمائی بھی کرو، گزرنے والوں میں سے کسی کو راستے میں راہنمائی کی ضرورت ہے تو اس کو بتا دو، کوئی مسافر ہوتا ہے، انجان ہے، پوچھ رہا ہے کسی گھر کا پتہ کہ فلاں کا گھر کہاں ہے، محلے میں سب کو پتہ ہوتا ہے، آپؐ نے فرمایا کہ یہ بھی راستے کا حق ہے، یہ چھٹی بات ہوئی۔

ابوداؤد شریف کی روایت جو حضرت عمرؓ سے ہے اس میں بخاری و مسلم کی اسی حدیث کے ساتھ دو مزید باتوں کا اضافہ ہے۔

[۷] ساتویں بات آپ نے یہ ارشاد فرمائی کہ وَتُغِيْثُوا الْمَلْهُوْفَ راستے میں تو بیٹھنا ہی نہیں چاہئے، کھڑا نہیں ہونا چاہئے، اگر ضرورت پیش آ گئی ہے تو اگر وہاں کوئی مظلوم آدمی ہے، پریشان ہے اپنے کسی معاملے میں تو اس کی مدد کرو، راستے میں کسی پر ظلم ہو رہا ہے اور یہ اپنی مجلس لگا کر بیٹھے ہیں یا کھڑے ہیں اور تماشا دیکھ رہے ہیں، آج کل ایسا ہی ہوتا ہے، تو مظلوم کی مدد کرنا بھی راستے کا حق ہے۔

[۸] آٹھویں بات جناب رسول اللہؐ نے یہ فرمائی تَهْدُوا الضَّالَ کسی گمشدہ کی راہنمائی کر دینا، ارشاد السبیل اور گمشدہ کی راہنمائی کرنے میں عموم اور خصوص کا فرق ہے، ارشاد السبیل کا مطلب یہ ہے کہ عمومی طور پر آپ کسی کو جانتے ہیں یا نہیں، اس کو راستہ دکھا دینا، اور ضال یعنی کوئی بھٹکا ہوا ہے، مسافر ہے، اپنا جاننے والا ہے، وہ آ گیا ہے اس کو پتہ نہیں چل رہا تو اس کا سامان پکڑیں اور گھر تک پہنچا دیں، یہ ہدایت ہے۔

جناب رسول اللہؐ نے یہ تعلیمات دی ہیں، اگر مسلمان سوسائٹی اور معاشرے میں یہ آ جائیں تو کتنی برائیاں اس سے ختم ہو سکتی ہیں، کوئی آدمی کسی نے نہیں جھگڑے گا، کوئی مسافر نہیں بھٹکے گا، کوئی خاتون راستے میں غیر محفوظ نہیں

ہوگی، راستے پرامن ہوں گے، لہٰذا یہ تعلیمات اپنانے کی ضرورت ہے، دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو ان پرعمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

## ایک اہم دینی مسئلہ

[س] یہ صاحب پوچھ رہے ہیں کہ عیسائیوں سے سلام کیسے لینی چاہئے؟

[ج] بھئی! غیر مسلموں کو سلام میں ابتدا نہیں کرنی چاہئے، اگر ضرورت پڑ گئی ہے تو حضور نبی اکرمؐ نے یہ تعلیم دی ہے کہ اس میں نیت اس کی نہیں کرنی چاہئے، بلکہ فرشتوں کی، کراماً کاتبین کی اور مجلس میں موجود نیک جنات کی کرنی چاہئے، کیونکہ کافر سلام اور دعا کا مستحق نہیں ہے، اسی وجہ سے حضور نبی اکرمؐ جب کافروں کو خط وغیرہ لکھتے تھے تو ان کے ساتھ سلام کا طریقہ قرآن میں بھی موجود ہے وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ نیز جب وہ سلام کرے تو اس کے سلام کے جواب میں جناب رسول اللہؐ نے یہ تعلیم دی ہے کہ اس موقع پر صرف وعلیکم کہنا چاہئے، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ نہیں کہنا چاہئے۔

## دعائیہ کلمات

یہ صاحب کہہ رہے ہیں کہ میرے بیٹے آصف اعجاز کے پردیس میں قیام سے متعلق کاغذات محکمے کے پاس منظوری کے انتظار میں ہیں، رب کریم ان کی مشکل آسان فرمائے۔ یہ کہہ رہے ہیں میرا بیٹا ابو ہریرہ غلط مقدمات میں ملوث ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی رہائی کا بندوبست فرمائیں۔ امتیاز احمد صاحب کہہ رہے ہیں میری والدہ بیمار ہیں، سخت تکلیف میں ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو صحت کاملہ وعاجلہ نصیب فرمائے۔ زاہد بٹ صاحب کہہ رہے ہیں میرا بیٹا شرجیل زاہد باہر کے ملک گیا ہے، ڈینگی بخار میں مبتلا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ صحت وتندرستی نصیب فرمائے۔ یہ صاحب کہہ رہے ہیں کہ میرے بھائی آٹھ نو سال سے ملک سے باہر ہیں، ان کے کاغذات کا فیصلہ آنا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کیلئے بہتری کے اسباب پیدا فرمائے۔

بھئی! یہ کچھ تفصیلی مسائل دارالافتاء سے متعلق ہیں، وہاں جا کر پوچھ سکتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ تمام بیماروں کو شفائے کاملہ وعاجلہ نصیب فرمائے، جو وفات پا چکے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ سب کی بخشش ومغفرت فرمائے، جو پریشان حال ہیں، اس وقت سارا ملک ہی سخت پریشانی میں مبتلا ہے، خصوصاً مہنگائی کی پریشانی میں ہر آدمی مبتلا ہے، پاکستان کو معاشی طور پر ہر طرف سے گھیر لیا گیا ہے، ملک کا خیرخواہ کوئی نہیں

ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہمارے ملک کی حفاظت فرمائے اور ہم سب کو اس کرب سے نجات نصیب فرمائے۔
اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو ایمان کی سلامتی نصیب فرمائے، دین حق کی سمجھ عطا فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَن لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

(تاریخ خطبہ جمعۃ المبارک: ۱۷، جنوری ۲۰۲۰ء)

''افغان طالبان کے نمائندہ سہیل شاہین کا یہ کہنا افغانستان کے روشن مستقبل کی نوید ہے کہ ''ہم آئندہ حکومتی نظام میں تمام افغان طبقات کی شرکت کو یقینی بنائیں گے''۔ افغانستان کی وحدت، قومی ہم آہنگی اور عقیدہ وثقافت ہی افغان قوم کے روشن مستقبل کا عنوان ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کریں، آمین۔'' [مولانا زاہد الراشدی]

مولانا محمد ابوبکر حنفی شیخوپوری

# ماہ صفر المظفر

(تاریخی حیثیت، بدعات وخرافات، احکام ومسائل)

اسلامی کیلنڈر کے اعتبار سے دوسرا مہینہ صفر المظفر ہے۔مشہور قول کے مطابق اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ صفر کے معنی لغت میں ''خالی ہونے'' کے آتے ہیں۔اہل عرب کا دستور تھا کہ وہ حرمت والے چار مہینوں میں سے لگا تار آنے والے تین مہینوں ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم الحرام میں مسلسل لڑائی جھگڑا اور لوٹ مار موقوف کر دینے کے باعث صفر کا آغاز ہوتے ہی اپنی پرانی عادت اور قدیم روایت کی مطابق لوٹ مار کا بازار گرم کر دیتے اور اس مذموم مقصد کے لئے اپنے گھروں کو خالی چھوڑ کر نکل پڑتے تھے۔اس لئے اس مہینے کو صفر کہا جاتا ہے۔

ماہ صفر المظفر کی تاریخی حیثیت مسلمہ ہے۔غزوۂ بدر (۲ ہجری) غزوہ بئر معونہ (۴ ہجری) وفد بنی عذرہ کا قبول اسلام (۹ ہجری) لشکر اسامہ بن زیدؓ کی روانگی (۱۱ ہجری) فتح مدائن (۱۶ ہجری) اور دیگر اہم اسلامی اور تاریخی واقعات اور غزوات کے اس ماہ میں پیش آنے کی وجہ سے کوئی بھی اہل بصیرت اس کی تاریخی اہمیت وافادیت کا انکار نہیں کرسکتا۔البتہ قرآن وسنت کی رو سے اس مہینے کی کوئی خاص فضیلت ثابت ہے اور نہ ہی اس میں کوئی مخصوص عبادت مسنون اور مشروع ہے۔

طلوع اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں لوگ اس مہینے کے متعلق بہت زیادہ توہم پرستی کا شکار تھے اور اس کے بارے میں عجیب وغریب قسم کے باطل نظریات گڑھ رکھے تھے۔اس مہینے میں شدید درجہ کی لوٹ مار اور جنگ وجدال کے باعث عمومی ذہن یہ بن گیا تھا کہ یہ منحوس مہینہ ہے۔چنانچہ لوگ اس مہینے میں سفر کرنے اور شادی بیاہ، ختنہ اور دیگر تقریبات منعقد کرنے سے گریز کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لوگ اس مہینے میں عمرہ کرنے کو سخت ناپسند سمجھتے تھے۔آج کے تعلیمی ترقی کے دور اور متمدن زمانے میں بھی معاشرے کا ایک بہت بڑا طبقہ صفر کے مہینے میں شادی نہیں کرتا اور یوں قدیم جہلاء کے طرز عمل پر کاربند ہے۔

اسلام کی روشنی نمودار ہونے کے بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں دیگر باطل نظریات، فرسودہ روایات، توہمات اور قدیم خیالات کی سختی سے تردید فرمائی وہیں اس مفروضے کو بھی یکسر مسترد قرار دیا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان منقول ہے ''کوئی بیماری (اللہ کی مشیت کے بغیر) متعدی نہیں ہوتی، نہ ہی بدشگونی کی کوئی حقیقت ہے، نہ ہی الو کی نحوست ہے، نہ ہی روح کی پکار ہے اور نہ ہی صفر کی نحوست ہے''۔ اس ماہ سے وابستہ باطل نظریات کی نفی کے لئے ہی صفر کے ساتھ ''المظفر'' (بمعنی کامیاب) کا لفظ استعمال کر کے صفر المظفر کہا جاتا ہے۔

اس مہینے کی نحوست ثابت کرنے کے لئے ایک حدیث پیش کی جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس نے مجھے صفر کے گزر جانے کی بشارت دی میں اس کو جنت کی بشارت دوں گا''۔ اس حدیث کی اسنادی حیثیت اس درجہ کی نہیں ہے کہ اس سے استدلال کیا جا سکے، چنانچہ ملا علی قاری حنفیؒ نے ''الموضوعات الکبری'' میں اور دیگر کبار محدثینؒ نے اپنی تصنیفات میں اس روایت کو موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے۔ فضائل اور وعیدات کے باب میں باتفاق روایات ضعیف روایات تو قابل قبول ہیں، وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ ضعف شدید نہ ہو، لیکن اس کے لئے موضوع روایات کا سہارا نہیں لیا جا سکتا۔

ماہ صفر کے ساتھ ایک اور جھوٹے واقعے کو منسلک کر کے ایک بدعت کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ بہت سے لوگ اس مہینے کے آخری بدھ کو سیر و سیاحت کے لئے تفریحی مقامات پر گھومنے پھرنے کے لئے نکل پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دن اپنی بیماری سے شفاء یاب ہو کر چہل قدمی کے لئے اپنے حجرہ اقدس سے باہر تشریف لائے تھے۔ یہ امر واقعہ نہیں بلکہ خلاف حقیقت ہے، اس لیے کہ سیرت طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دن بیماری سے شفاء یاب نہیں ہوئے تھے بلکہ اس دن تو آپ ﷺ کے مرض الوفات کا آغاز ہوا تھا، چنانچہ استاذ المحدثین مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے سیرۃ المصطفے میں البدایۃ والنہایہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے ''ماہ صفر کے اخیر عشرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار شب کو اٹھے اور اپنے غلام ابو مویہبہؓ کو جگایا اور فرمایا مجھ کو حکم ہوا ہے کہ اہل بقیع کے لئے استغفار کروں، وہاں سے واپس تشریف لائے تو دفعۃً مزاج ناساز ہو گیا، سر میں درد اور بخار کی شکایت پیدا ہو گئی، یہ ام المؤمنین میمونہؓ کی باری کا دن تھا اور بدھ کا روز تھا''۔ لہذا خاص طور پر اس مہینہ کے آخری بدھ کو اہتمام کر کے سیر و سیاحت کے لیے نکلنا اور اس عمل کو سنت سمجھنا غلط

ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ امر واضح ہوگیا کہ صفر کا مہینہ نحوست سے پاک ہے، اس کو منحوس سمجھنا جاہلانہ ذہن کی عکاسی کرتا ہے۔ فی نفسہ کسی بھی وقت اور زمانے میں نحوست نہیں ہوتی بلکہ اصل میں نحوست انسان کے اعمال بد میں ہوتی ہے لیکن وہ اپنے کرتوتوں کا ملبہ زمانے پر ڈال کر خود کو بری ءالذمہ کر لیتا ہے۔ جیسا کہ حکیم الامت علامہ محمد اقبال مرحوم نے فرمایا

اپنے جرموں پر پردہ ڈال کر اقبالؒ
ہر شخص کہہ رہا ہے زمانہ خراب ہے

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے ''تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ ارے زمانے کی کمبختی، اس لئے کہ زمانہ (کی گردش) تو اللہ کے ہاتھ میں ہے''۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد نقل کرتے ہوئے فرمایا ''ابن آدم مجھے ایذا پہنچاتا ہے (اس صورت میں کہ) وہ زمانے کو گالی دیتا ہے حالانکہ میں ہی زمانہ (کی گردش کا محرک) ہوں''۔ نیز قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے والعصر کہہ کر عمومی طور پر بھی زمانے کی قسم اٹھائی اور زمانے کے مختلف اوقات صبح، چاشت، شام، رات اور سحری کے وقت کی قسم اٹھا کر بھی زمانے کی عظمت کو واضح کیا۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ زمانے کو برا بھلا کہنے کی بجائے اپنے اعمال کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو۔

''اگر ''امارتِ اسلامیہ افغانستان'' مغربی جمہوریت کی بجائے اسلامی شورائیت کا نظام رائج کرنا چاہتی ہے تو یہ اس کا حق ہے اور اسے اس کا موقع ملنا چاہیے۔ مغرب کا صرف اپنے نظام پر اصرار نظاموں میں آزادانہ مقابلہ کے اصول سے انحراف اور سوسائٹی کے ساتھ ناانصافی ہے۔'' [مولانا زاہد الراشدی]

[مراسلات] مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ
[مرتب] مولانا محمد فیاض خان سواتی

# مراسلاتِ مفسرِ قرآنؒ

(باب سوم)

## معاصرین سے مراسلت

[قسط۔۳۳]

## حضرت مولانا سید عبدالخالق شاہؒ سے مراسلت

حضرت مولانا سید عبدالخالق شاہؒ سید سردار علیؒ کے ہاں ۱۹ مارچ ۱۹۲۰ء میں ضلع گجرات کے مقام آچھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ اور قرب و جوار میں حاصل کی اور پھر ۱۹۴۸ء میں دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث کر کے سند فراغت حاصل کی، نہایت ذہین و ذکی اور کہنہ مشق مدرس تھے، لاہور میں ایک حادثہ کی پاداش میں دائیں ٹانگ سے معذور ہو گئے تھے، اور تقریباً ایک عشرہ تک جامعہ عربیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے، حضرت والد ماجدؒ سے دوستانہ تعلق تھا، باہم ہدایا کا تبادلہ بھی ہوتا رہتا تھا، بالآخر آپ نے ۳۱، جنوری ۱۹۹۳ء میں وفات پائی۔'' (فیاض)

### مکتوب حضرت مولانا سید عبدالخالق شاہؒ بنام مفسر قرآنؒ

''محترم المقام حضرت مہتمم صاحب
جامعہ نصرت العلوم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

یادآوری بلکہ عزت افزائی کیلئے بے حد ممنون ہوں، محترم عبدالرشید صاحب کے ذریعے گیارہ کتابوں کا گراں قدر عطیہ پا کر مجھے بے اندازہ خوشی ہوئی، خصوصاً دروس القرآن پر مشتمل معالم العرفان خود میرے لئے اور بالخصوص میرے گھر کے سب لوگوں کیلئے ایک نعمت سے کم نہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے پورا پورا فائدہ پہنچائے۔

میں خود ہی حاضر خدمت ہوتا، لیکن آج کل ہم اپنے سالانہ جلسہ اور تقریب ختم بخاری کے سلسلے میں اس طرح الجھ کر رہ گئے ہیں کہ وقت نہیں نکال سکا، معذرت خواہ ہوں، ختم بخاری کے لئے مولانا محمد مالک کاندھلوی صاحب تشریف لا رہے ہیں، امید ہے دعوت نامہ آنجناب کی خدمت میں بھی پہنچ چکا ہوگا۔

اس عریضہ کے ساتھ ہی مبلغ تین صد روپیہ صدقہ نافلہ اور پانچ صد روپیہ اپنی زکوٰۃ میں سے بھیج رہا ہوں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، آمین۔

اسی عریضہ کی پشت پر حضرت الاستاد شیخ محمد عبداللہ ملکوی کے عروض سے متعلق چند اشعار مع ضروری توضیح پیش خدمت ہیں، حضرت رحمہ اللہ فرائض اور عروض کی تدریس میں متخصص تھے، اسی لئے شاید یہ بات مشہور ہوگئی کہ دونوں علوم میں آپ نے کچھ اشعار چھوڑے ہیں، ورنہ ایسا یقیناً نہیں، میں نے خود دونوں مضامین حضرت سے خصوصی طور پر بطور واحد طالب علم پڑھے، بلکہ سراجی تو چند دن سفر وحضر میں ساتھ رہ کر اور چل پھر کر پڑھی، لیکن حضرت نے نہ تو مجھے کوئی ایسی چیز لکھوائی نہ کبھی تذکرہ فرمایا۔ فقط۔

مخلص

سید عبدالخالق

جامعہ عربیہ

۲۸، رجب ۱۴۰۸ھ"

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ چند اشعار پانچ دائروں سے حاصل ہونے والے سولہ بحور پر مشتمل ہیں، جن کا ذکر رموز میں ترتیب سے کیا گیا ہے۔

(۱) ارکان یا تفاعیل عشرہ

| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۵ | ۶ | ۷ | ۸ | ۹ | ۱۰ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| فعو | فا | تفا | تن | عی | علا | سَ | لَ | تفع | فاع |

رموز الارکان لبحور الفراع

(۲) اسماء البحور وارکانھا

| ۱ | | ۲ | | ۳ | | ۴ | | ۵ | | ۶ | | ۷ | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| طو | فعوعی | دی | علاقا | سی | سَفا | رِب | فعو | رَک | فا | وفر | تن | کا | تفا |

| ۸ | | ۹ | | ۱۰ | | ۱۱ | | ۱۲ | | ۱۳ | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| رَم | علا | ہز | عی | جز | س | ری | سَسُلَ | مُن | سَلُسَ | خف | ان | فی | علا | تفع | یکن |

| | | | ۱۴ | | ۱۵ | | | ۱۶ | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| فاع | فی | عی | ضا | لَسَس | مُق | جعلا | تفع | محتبث | بتکر | یر | علا |

---

(۱) فعولن فعالن متفاعلن مفاعلتن مفاعیلن فاعلاتن مستفعلن مفعولات مُس تفع لن فاع لاتن وتد مفروق والے

(۲)

۳ بحور:

بحر طویل فعولن مفاعیلن — ربع مرات

بحر مدید فاعلاتن فاعلن — =

بحر بسیط مستفعلن فاعلن — =

۲ بحور:

| | |
|---|---|
| بحر متقارب فعولن | ثمانی مرات |
| بحر متدارک فاعلن | = |

۲ بحور:

| | |
|---|---|
| بحر وافر مفاعلتن | ست مرات |
| بحر کامل متفاعلن | = |

۳ بحور:

| | |
|---|---|
| بحر رمل فاعلاتن | = |
| بحر ہزج مفاعیلن | = |
| بحر رجز مستفعلن | = |

۶ بحور:

| | |
|---|---|
| بحر سریع مستفعلن مستفعلن مفعولات | مرتین |
| بحر منسرح مستفعلن مفعولات مستفعلن | = |
| بحر خفیف فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن | = |
| بحر مضارع مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن | = |
| بحر مقتضب مفعولات مستفعلن مستفعلن | = |
| بحر مجتث مس تفع لن فاعلاتن فاعلاتن | = |

## پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادریؒ سے مراسلت

''پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادریؒ کی ولادت ۱۹۲۶ء میں اتر پردیش انڈیا میں ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا مشیت اللہ قادریؒ سے حاصل کی، انٹرمیڈیٹ تک تعلیم ہندوستان ہی میں حاصل کی، پھر ہجرت کے بعد پاکستان آ کر ۱۹۵۶ء میں وفاقی اردو کالج سے بی اے کیا اور پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی میں بطور آفیسر منسلک ہو گئے۔ ۱۹۶۲ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایم اے اردو کی ڈگری حاصل کی اور پھر وفاقی اردو کالج میں لیکچرار مقرر

ہوئے، آپ درجنوں کتب کے مصنف ہیں، حضرت والد ماجدؒ سے ان کی خط وکتابت اور تبادلہ کتب کا سلسلہ جاری رہتا تھا، بالآخر ۲۵ نومبر ۱۹۸۳ء کو کراچی میں آپ ایک ٹریفک حادثے میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور سخی حسن کے قبرستان میں مدفون ہیں۔'' (فیاض)

## مکتوب اول پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادریؒ بنام مفسر قرآنؒ

۷۸۶''

A/174/N

نارتھ ناظم آباد کراچی نمبر ۳۳

۳/۵/ ۱۹۷۷ء

حضرت مکرم مولانا سواتی صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عزیزی ابو معاویہ محمد نعمت اللہ قادری صاحب کے ذریعہ آپ کا گرانقدر علمی تحفہ ''دمغ الباطل'' (از شاہ رفیع الدینؒ) موصول ہوا، اس عنایت ومحبت کیلئے دل سے شکرگزار ہوں، واقعی آپ نے بڑا عظیم الشان کام انجام دیا ہے، شاہ رفیع الدین صاحبؒ کے تمام رسالے جو آپ نے شائع کیے تھے، وہ میرے پاس موجود ہیں، یہ کتاب تو اپنے موضوع پر ایک دائرۃ المعارف ہے، اب تک کتابوں میں ''دمغ الباطل'' کا نام سنا تھا، آج دیکھ بھی لیا۔

مقدمہ آپ کے علم وفضل پر دال ہے، کاغذ، کتابت صحت ہر چیز مستغنی عن التبصرہ ہے۔

امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

فقط والسلام

محمد ایوب قادری

بشرف نظر حضرت مولانا عبدالحمید سواتی صاحب

مہتمم مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ''

(اس خط کا اصل عکس ماہنامہ نصرۃ العلوم جون ۲۰۱۱ء میں شائع ہو چکا ہے۔ (فیاض)

## مکتوب ثانی پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادریؒ بنام مفسر قرآنؒ

۸۶ء

A/174/N

نارتھ ناظم آباد کراچی نمبر ۳۳

حضرت مکرم مولانا سواتی صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ نے از راہِ ذرہ نوازی اپنی کتاب دمغ الباطل بھجوائی تھی، میں نے اس کی رسید بھیج دی تھی، ماہ رواں کے پہلے ہفتہ میں خاکسار اسلام آباد سے بذریعہ بس لاہور آیا تو رات کو آٹھ بجے گوجرانوالہ سے گزرا، آپ کا خیال آیا مگر نامناسب وقت کی وجہ سے شرف ملاقات حاصل نہ کر سکا، اس وقت باعث تصدیع یہ ہے کہ آپ نے دمغ الباطل کے مقدمہ (ص ۳۵) میں شاہ رفیع الدین کی تالیفات میں تنبیہ الغافلین اور راہ نجات شامل کی ہیں، تنبیہ الغافلین کے سلسلے میں آپ نے اسرار المحبۃ (ص ۱۳) پر ڈاکٹر ابواللیث صدیقی صاحب کا حوالہ دیا ہے، راہ نجات کے سلسلے میں مؤلف حدائق الحنفیہ کا حوالہ ہے، کیا ان حوالوں کے علاوہ کوئی ماخذ اور بھی آپ کی نظر سے اس سلسلے میں گزرا ہے۔

راہ نجات کے بارے میں خاندان ولی اللّٰہی کے بعض علماء نے شاہ عبدالعزیزؒ کا نام بھی لیا ہے اور بعض مخطوطات کے آخر میں شاہ عبدالعزیز کو بحیثیت مولف لکھا گیا ہے، اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے، اگر تنبیہ الغافلین، شاہ رفیع الدین کی تالیف ہے تو انہوں نے اس کتاب کے اندر اپنی ایک کتاب موضح الکبائر والبدعات کا بھی ذکر کیا ہے (ص ۶۴) شاہ رفیع الدین کا ایک دو ورقی خط ادارہ ادبیات اردو (حیدرآباد دکن) (تذکرہ مخطوطات ادارہ ادبیات اردو ص ۱۶۹، ۱۷۰) میں محفوظ ہے۔

شاہ رفیع الدین کی کتابیں اسرار المحبۃ، دمغ الباطل، تفسیر آیت النور آپ کی شائع کردہ میرے پاس ہیں، کیا ان کے علاوہ اور بھی کتابیں آپ نے شائع کی ہیں۔

فقط والسلام

خادم

محمد ایوب قادری

۲۸/ ۷/ ۱۹۷۷ء"

## مکتوب مفسر قرآنؒ بنام پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادریؒ

"باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

۱۹، شعبان ۱۳۹۷ھ/ ۶، اگست ۱۹۷۷ء

مکرمی جناب محترم پروفیسر محمد ایوب صاحب قادری دامت برکاتہم

سلام مسنون اسلام کے بعد!

جناب والا کا مکتوب ملا، یادفرمائی کا شکریہ۔

جناب والا اگر گوجرانوالہ سے گزرتے وقت مدرسہ نصرۃ العلوم تشریف لاتے تو بڑی خوشی ہوتی، جناب کی زیارت حاصل ہو جاتی، جناب محقق اور نامور مورخ اور سکالر ہیں۔ آپ کا وجود پوری ملت پاکستانیہ کے لئے باعث فخر وناز ہے۔ آپ کی تحریرات اور کتب سے ایک دنیا مستفید ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت عطا فرمائے اور مزید خدمت کی توفیق ارزانی فرمائے۔ وماذالک علی اللہ بعزیز۔

جناب والا نے دمغ الباطل کے بارے میں شکریہ ادا فرمایا۔ جناب والا کی مہربانی اور شفقت ہے۔ جناب والا کی کتاب جنگ آزادی ۱۸۵۷ء مجھے مولوی عبدالعزیز صاحب کے توسط سے پہنچی تھی۔ اس سلسلہ میں جتنی کتابیں اب تک طبع ہوئی ہیں ان سب سے بہتر کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تحقیق کا جو ملکہ دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔

شاہ رفیع الدین صاحب کی کتب کے بارہ میں عرض خدمت ہے، جو کتابیں ہمیں دستیاب ہوئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

ترجمہ قرآن کریم یہ تو بارہا طبع ہو چکا ہے، لاہور میں تاج کمپنی اور بعض دیگر مطابع نے طبع کرایا ہے۔

قیامت نامہ فارسی اوراس کا ترجمہ اردو۔

اسرارالمحبۃ ، دمغ الباطل، تکمیل الاذھان، مقدمۃ العلم، تفسیر آیۃ النور، مجموعہ رسائل (جن میں اذان، نماز، حملۃ العرش، بیعت، برھان العاشقین، نذور بزرگان، شرح چھل کاف، شرح رباعیات، جوابات سوالات اثناعشر) اورمجموعہ فتاویٰ یہ دس رسالے مجموعہ رسائل کی شکل میں مدرسہ نصرۃ العلوم کی طرف سے طبع ہوئے تھے۔

ان کے علاوہ تفسیر رفیعی سورۃ بقرہ کی تفسیر جوشاہ رفیع الدین صاحب کے کسی شاگرد نے مرتب کی ہے اور طبع کرائی ہے وہ بھی دیکھی ہے۔ رسالہ شرح عقدالانامل جوشاہ رفیع الدین صاحب کے کوئی شاگرد یا اس سلسلہ میں منسلک صاحب ہیں جن کا نام عبدالرحیم آرندی ہے، یہ پانچ رسائل میں مشتمل ہے اورسن طباعت ۱۲۷۳ھ مطبع نظامی ہیں، اس رسالہ کی فوٹوسٹیٹ کاپی میرے پاس موجود ہے، اس کے علاوہ ابن سینا کے قصدہ کارد جو شاہ رفیع الدین صاحب نے لکھا ہے اور مخمس اور قصیدہ سراجیہ یہ تینوں اسرارالمحبۃ کے ساتھ ہم نے طبع کرادیے ہیں، ان کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب شاہ رفیع الدین صاحب کی ہمیں دستیاب نہیں ہوسکیں۔ کتاب التکمیل، تکمیل الصناعہ (اگران سے تکمیل الاذھان مراد ہے تو وہ ہم نے طبع کرادی ہے، اگر کوئی اور کتب ہیں تو ہمیں نہیں دستیاب ہوسکیں، رسالہ عروض، رسالہ شق القمر، راہ نجات اردو، رسالہ تحقیق الالوان، رسالہ فی التاریخ، رسالہ فی الحجاب، رسالہ برھان التمانع، حاشیہ رسالہ میرزاہد فی بحث العلم، تحقیق وحدۃ الوجود، رسالہ سمت قبلہ، رسالہ تعدیلات خمسہ متحیرہ، رسالہ فی الوجود، الدرروالدراری، دیوان اشعار (یہ شاہ ولی اللہؒ کا ہے، مرتب شاہ رفیع الدین ہیں) الدرروالدراری بھی شاہ صاحب کی اہم کتاب ہے، افسوس ہمیں ان کتب میں سے کوئی کتاب نہیں مل سکی، اسی طرح تنبیہ الغافلین بھی نہیں دستیاب ہوسکی، غالباً تنبیہ الغافلین اصل میں فقیہ ابواللیث سمرقندی کی کتاب ہے، جو عربی میں ہے اور مصر میں طبع ہوئی ہے، مدرسہ نصرۃ العلوم کے کتب خانہ میں اس کا نسخہ موجود ہے اور یہ دستیاب ہوئی ہے، کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ اس کا فارسی ترجمہ ردالبیان مسعکی نے بھی کیا ہے، کچھ یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ایک مفید کتاب ہے، اس لئے غالباً شاہ رفیع الدینؒ نے بھی اسی کتاب کا فارسی میں ترجمہ کیا ہوگا، واللہ اعلم۔

موضح الکبائر والبدعات والرسوم ان پانچ رسالوں میں ایک ہے، یہ شاہ رفیع الدین کی نہیں، ان کے کسی معتقد نے جمع کی ہے اور کبائر منظوم میں یہ لکھا ہے کہ یہ کبائر کی وہ ہیں جو بمطابق شاہ رفیع الدین صاحب کی راہ نجات میں درج ہیں، ان سب کو نظم کیا گیا ہے، مزید آپ زیادہ تحقیق کرسکتے ہیں۔ شاہ رفیع الدینؒ کا وہ مکتوب مخطوط اگر کسی

طرح حاصل ہوسکتا ہوتو یہ فرمائیں میں اس کو حاصل کرنے کا اشتیاق رکھتا ہوں۔ شاہ رفیع الدینؒ کا وہ قصیدہ جو انہوں نے نفحۃ الیمن کے مصنف احمد عینی کے بیٹے کی تعزیت میں لکھا تھا، وہ بھی میں نے مہیا کیا ہے اور بعض اور بھی مضامین ہیں، میرا خیال ہے کہ مجموعہ رسائل کی طبع ثانی میں ان کو شامل کرلیا جائے۔

شاہ رفیع الدین کی مذکورہ بالا کتب جو ہمارے دیکھنے میں نہیں آئیں اگر آپ ان کے بارہ میں راہ نمائی فرمائیں تو کرم ہوگا۔

افسوس کہ مجموعہ رسائل کا کوئی نسخہ موجود نہیں، اگر موجود ہوتا تو آپ کو ارسال کردیا جاتا، اس میں جا بجا کچھ حواشی بھی میں نے لگائے تھے جن کو بزرگوں نے بہت پسند کیا تھا، البتہ تکمیل الاذہان عربی موجود ہے، اگر آپ کے پاس موجود نہ ہو تو تحریر فرمائیں، جناب کی خدمت میں بھجوادی جائے گی۔

شاہ رفیع الدینؒ کے بارہ میں اگر آپ نے کوئی خاص تحقیق فرمائی ہو تو اس سے مستفید فرمائیں اور شکریہ کا موقع دیں، اگر جناب والا کو محترم محمود احمد صاحب برکاتی سے تعارف ہو یا ان کا پتہ ہو تو تحریر فرمائیں۔

والسلام

عبدالحمید سواتی''

''جب سوویت یونین کے خاتمہ کے بعد نیٹو کے سیکرٹری جنرل سے پوچھا گیا کہ نیٹو کا قیام ہی سوویت یونین کے خلاف عمل میں لایا گیا تھا تو اب سوویت یونین کے عالمی منظر سے ہٹ جانے کے بعد اسے باقی رکھنے کا کیا جواز رہ گیا ہے؟ تو انہوں نے بے ساختہ کہہ دیا تھا کہ ''ابھی اسلام باقی ہے'' [مولانا زاہد الراشدی]

مولانا حافظ مومن خان عثمانی

# بابری مسجد کو شہید کرنے والے محمد عامر کی

## ایمان افروز داستان اور پراسرار موت

بابری مسجد پہلے مغل حکمران ظہیر الدین بابر نے 1528ء میں بنائی تھی، سوا چار سو سال تک یہ تاریخی مسجد مسلمانوں کی سجدہ گاہ رہی جہاں مسلمان اللہ تعالیٰ کے ہاں سر بسجود ہو کر اللہ کی عبادت کرتے تھے، اس طویل عرصہ میں کسی ہندو کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوا، مگر انگریز کی آمد کے بعد انسانیت کے درمیان جو نفرتوں کا بیج بویا گیا اس نے بہت کچھ تبدیل کر کے رکھ دیا، یہ تاریخی مسجد بھی ان نفرتوں کی زد میں آ گئی، بدقسمتی سے 1949ء میں ہندو انتہا پسند تنظیموں نے رات کو بابری مسجد میں بت لا کر رکھ دئے اور اس کے بعد یہ واویلا شروع کر دیا کہ رام کی جنم بھومی ہے، یہاں مندر تھا جس کو گرا کر ظہیر الدین بابر نے یہ مسجد تعمیر کی تھی، 1992ء میں ڈیڑھ لاکھ انتہا پسند ہندوؤں نے دھاوا بول کر مسلمانوں کی یہ تاریخی مسجد مسمار کر کے رکھ دی، اس شرانگیزی میں بلبیر سنگھ اور یوگیندر دو دوست پیش پیش تھے۔ بلبیر سنگھ 6 دسمبر 1970ء کو صوبہ ہریانہ کے ضلع پانی پت کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا، اس کا والد ایک اچھا کسان ہونے کے ساتھ ایک پرائمری سکول میں ہیڈ ماسٹر اور انسان دوست شخص تھا، ظلم سے اس کو نفرت تھی، 1947ء کے فسادات اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے جن کی وجہ سے وہ بہت رنجیدہ رہتا تھا اور مسلمانوں کے قتل عام کو ہندوستان پر بدنما داغ سمجھتا تھا، بلبیر سنگھ نے مڈل تک اپنے گاؤں میں تعلیم حاصل کی، انٹرمیڈیٹ کے لئے پانی پت میں داخلہ لیا، پانی پت ہندو انتہا پسند تنظیم شیو سینا کا مضبوط گڑھ تھا، نوجوانوں کی اکثریت اس نفرت انگیزی کے دلدل میں پھنسی ہوئی تھی، ان انتہا پسند ہندو نوجوانوں کے ساتھ بلبیر سنگھ کی دوستی ہو گئی، پانی پت کے تاریخ کے حوالے سے وہاں کے نوجوانوں میں مسلمان اور مسلمان بادشاہوں خصوصاً ظہیر الدین بابر کے خلاف بڑی نفرت

گھولی جاتی تھی، بلبیر سنگھ کے والد کو جب پتہ چلا کہ ان کا بیٹا شیوسینا کا ممبر بن چکا ہے تو اس نے اپنے بیٹے کو بہت سمجھایا اور اسے ظہیرالدین بابر خاص طور پر اورنگزیب عالمگیرؒ کی حکومت کے انصاف اور غیر مسلموں کے ساتھ عمدہ سلوک کے واقعات سنائے اور اسے یہ بتانے کی کوشش کی انگریزوں نے غلط تاریخ ہمیں لڑانے کے لئے اور دیش کو کمزور کرنے کے لئے گھڑ کر تیار کی ہے جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، اس نے اپنے بیٹے بلبیر سنگھ کو شیو سینا سے باز رکھنے کی پوری کوشش کی مگر نوجوان بیٹے کی سمجھ میں کچھ نہ آیا، 1990ء میں بدنام زمانہ ہندوانتہا پسند لیڈر ایڈوانی نے پانی پت کے دورے کے موقع پر بلبیر سنگھ کو پانی پت کے پروگرام کی بڑی ذمہ داری سونپی، جس سے بلبیر سنگھ اور دوسرے نوجوانوں کے روئیں روئیں مسلم نفرت کی آگ بھڑکا دی گئی، بلبیر سنگھ نے شیواجی کی قسم کھائی کہ کوئی کچھ بھی کرے میں خود اکیلے جا کر رام مندر پر اس ظالمانہ ڈھانچے کو مسمار کر کے دم لوں گا، اس موقع پر بلبیر سنگھ کو شیوسینا یوتھ ونگ کا صدر بنا دیا گیا۔ 30 اکتوبر بلبیر سنگھ اپنے نوجوان ٹیم کے ساتھ ایودھیا گیا راستہ میں فیض آباد کے مقام پر پولیس نے انہیں روکا مگر بلبیر اور اس کے کچھ ساتھی ایودھیا پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ مگر پہنچنے میں دیر ہوگئی اور اس سے پہلے گولی چل چکی تھی بہت کوشش کے باوجود وہ بابری مسجد نہ پہنچ نہ سکے، اس کی نفرت کی آگ اور زیادہ بھڑکی اور اپنے ساتھیوں سے کہتا رہا کہ اس زندگی سے مرنا بہتر ہے کہ رام کے دیش میں رام کے بھگتوں پر رام جنم بھومی پر گولی چلادی جائے۔ یہ کیسا ظلم ہے، اسے بہت غصہ تھا کبھی سوچتا تھا کہ خودکشی کرلوں کبھی دل میں خیال کرتا کہ لکھنو جا کر ملائم سنگھ کو اپنے ہاتھ سے گولی ماردوں۔ فسادات بڑھتے رہے بلبیر سنگھ بے چین تھا کہ مجھے موقع ملے اور میں بابری مسجد کو اپنے ہاتھ سے مسمار کردوں۔ بالآخر وہ منحوس دن آیا جس کو بلبیر سنگھ اپنی خوشی کا دن سمجھتا تھا وہ اپنے کچھ شر پسند جذباتی ساتھیوں کے ساتھ یکم دسمبر 1992ء کو ایودھیا پہنچا، اس کے ساتھ سونی پت کے ایک گاؤں کا ایک نوجوان یوگیندر پال بھی تھا جو اس کا قریبی دوست تھا اس کا والد ایک بڑا زمیندار تھا وہ بھی بڑا انسان دوست آدمی تھا اس نے اپنے اکلوتے بیٹے کو ایودھیا جانے سے بہت روکا سختی بھی کی مگر وہ مسلم نفرت کی آگ میں اس قدر جل چکا تھا کہ اس نے اپنے باپ کی ایک بھی نہ مانی اور شر پسندوں کے ٹولے کے ساتھ وہ بھی ایودھیا پہنچ گیا۔ پانچ

دسمبر 1992ء کو یہ شر پسندوں کا یہ ٹولہ بابری مسجد کے بالکل قریب پہنچ گیا رات انہوں نے بابری مسجد کے سامنے مسلمانوں کے گھروں کی چھتوں پر گزاری۔ جب صبح ہوئی اور شر پسند لیڈروں کی طرف سے اپنے کارکنوں کو بابری مسجد پر دھاوا بولنے کی اجازت مل گئی، یہ بھاشن سن کر بلبیر سنگھ کدال کے ساتھ بابری مسجد کی چھت پر چڑھ گیا اس کا قریبی دوست یوگیندر پال بھی اس کے ساتھ تھا۔ جب ہندو انتہا پسند لیڈروں کی طرف سے یہ نعرہ بلند ہوا کہ ''ایک دھکا اور دو، بابری مسجد توڑ دو'' یہ سنتے ہی بلبیر سنگھ کی مرادوں کے پورا ہونا کا وقت آ گیا اور اس نے درمیان والے گنبد پر چڑھ کر کدال چلائی اور بھگوان رام کی جے کے نعرے زور زور سے لگانے لگا۔ ڈیڑھ لاکھ شر پسندوں کا مجمع تھا سب کے سب اللہ تعالیٰ کے مظلوم گھر پر ٹوٹ پڑے، دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں کی تقریباً پانچ سو سالہ تاریخی مسجد مسمار ہو گئی۔ مسجد کے گرنے سے پہلے یہ لوگ نیچے اترے۔ مسجد گرائے جانے کے بعد یہ لوگ بہت خوش تھے اور اپنے مزعومہ رام مندر پر ماتھا ٹیک کر یہ لوگ خوشی خوشی گھر پہنچے اور بابری مسجد کی دو اینٹیں بھی ساتھ لے گئے، وہاں جا کر لوگوں کو وہ اینٹیں دکھائی لوگوں نے ان کو بڑی شاباش دی، شیوسینا کے دفتر میں وہ اینٹیں رکھ دی گئیں، اس خوشی میں وہاں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں لوگوں نے بڑے فخر کے ساتھ بلبیر سنگھ کے کانامے کا ذکر کیا اور بڑے فخریہ انداز میں کہا گیا کہ ہمیں فخر ہے کہ پانی پت کے ایک نوجوان شیوسینا کے رکن نے سب سے پہلے رام بھگتی میں کدال چلائی۔ بلبیر سنگھ خوشی خوشی گھر پہنچ کر اور اپنے گھر والوں کو اپنا کارنامہ بتایا، اُس کا والد بہت ناراض ہوا، اس نے گہرے دکھ کا اظہار کیا اور اپنے بیٹے سے صاف کہہ دیا کہ میں اور تم دونوں اس گھر میں نہیں رہ سکتے اگر تم رہو گے تو میں گھر چھوڑ کر چلا جاؤں گا، مالک کے گھر ڈھانے والے کی میں صورت بھی نہیں دیکھنا چاہتا، میری موت تک مجھے اپنی صورت نہ دکھانا، بلبیر سنگھ نے اپنے باپ کو سمجھایا کہ پانی پت میں مجھے اس کارنامے پر عزت مل رہی ہے، لوگ مجھ پر فخر کر رہے ہیں، باپ نے کہا یہ ملک ایسے ہی ظالموں کی وجہ سے برباد ہوگا اور غصہ میں گھر سے جانے لگا، بلبیر نے باپ سے کہا آپ گھر سے نہ جایئے میں خود گھر سے نکلتا ہوں، چنانچہ بلبیر گھر سے نکل کر پانی پت میں رہنے لگا، چند دن بعد یوگیندر نے بابری مسجد کی لائی ہوئی اینٹیں باہر نکال کر رکھ دیں اور اعلان کیا رام مندر پر ظالمانہ ڈھانچے کی اینٹیں خوش قسمتی سے

ہمارے تقدیر میں آ گئی ہیں ہندو بھائی آ کر ان پر پیشاب کریں (استغفر اللہ) کیا عجیب منظر تھا اللہ تعالیٰ کے مقدس گھر کی مقدس اینٹوں پر گائے کے پجاری اظہار نفرت کے لئے پیشاب کرنے لگے ہندوؤں کا تانتا بن گیا ہر کوئی آتا اور حقارت سے ان مقدس اینٹوں پر پیشاب کرتا۔اللہ تعالیٰ مہلت دیتے ہیں لیکن جب سرکشی حد سے آگے نکل جائے تو اپنا تازیانہ بھی برساتے ہیں اور اپنی قدرت بھی دنیا کے سرکش لوگوں کو دکھاتے ہیں۔بابری مسجد کے مالک نے اپنی قدرت دکھائی تھی، چار پانچ دن بعد یوگیندر کا دماغ خراب ہوگیا، پاگل ہوکر وہ ننگا رہنے لگا سارے کپڑے اُتار کر پھرنے لگا، اس پاگل پن میں وہ بار بار اپنی ماں کے کپڑے اتار کر اس سے منہ کالا کرنے کو کہتا، بار بار وہ اس گندے جذبے کے ساتھ اپنی ماں سے لپٹ جاتا، اس کا والد علاقہ کا بہت بڑا زمیندار اور چوہدری تھا اپنے اکلوتے بیٹے کی اس حالت پر بہت پریشان ہوا، بہت سے علماء اور سیانے لوگوں کو دکھایا، بار بار مالک سے معافی مانگتا، مگر بیٹے کی حالت بگڑتی گئی ایک دن وہ گھر سے باہر تھا کہ اس کے بیٹے نے اپنی ماں کو پکڑا اور اس کے ساتھ گندی حرکت کرنی چاہی، اس نے شور مچایا محلّہ والے آئے تو ماں کی جان بچی، اس کو زنجیروں میں باندھ دیا گیا، یوگیندر کا والد عزت دار آدمی تھا اس نے بیٹے کی حرکتوں سے تنگ آ کر اسے گولی مارنے کا ارادہ کیا، کسی نے بتایا یہاں سونی پت میں ایک مدرسہ ہے وہاں بڑے مولانا صاحب آتے ہیں (یہ مولانا کلیم صدیقی صاحب ہیں جو بہت بڑے مبلغ اور داعی ہیں مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے خلیفہ مجاز اور ہندوستان کے مشہور عالم دین ہیں جن کے ہاتھ پر پانچ لاکھ سے زیادہ ہندو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو چکے ہیں) آپ ایک دفعہ ان سے مل لیں، اگر وہاں کوئی حل نہ نکلا تو پھر جو چاہے کرنا، جب سونی پت گئے تو معلوم ہوا کہ مولانا صاحب پرسوں یکم جنوری کو آ کر 2 کو واپس جا چکے ہیں چوہدری صاحب بہت مایوس ہوئے اور کسی جھاڑ پھونک کرنے والے کے بارہ معلوم کیا پتہ چلا کہ مدرسہ کے ذمہ دار قاری صاحب یہ کام کرتے ہیں مگر وہ بھی مولانا صاحب کے ساتھ سفر پر نکل گئے ہیں۔وہاں ایک دوکاندار نے انہیں بتایا کہ مولانا صاحب پرسوں بوانہ دہلی میں آئیں گے آپ وہاں چلے جائیں۔چوہدری صاحب اپنے بیٹے یوگیندر کو زنجیروں میں باندھ کر وہاں پہنچے، جب مولانا کلیم صدیقی سے ملاقات ہوئی تو چوہدری صاحب روتے ہوئے

مولانا کے قدموں میں گر گئے اور بولے مولانا! میں نے اس کمینے کو بہت روکا مگر یہ پانی پت کے ایک آوارہ لڑکے کے چکر میں آ گیا مولانا صاحب مجھے معاف کیجئے اور میرے گھر کو بچا لیجئے، مولانا صاحب نے سختی سے انہیں سر اُٹھانے کو کہا اور پورا واقعہ سنا، پھر انہوں نے چوہدری صاحب سے کہا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کا گھر ڈھا کر ایسا بڑا ظلم کیا ہے اگر وہ مالک سارے جہاں کو ختم کر دے تو بجا ہے، یہ تو بہت کم ہے کہ اس اکیلے پر پڑی ہے ہم بھی اس مالک کے بندے ہیں اور ایک طرح ہم بھی اس گناہ میں قصوروار ہیں کہ ہم نے مسجد کو شہید کرنے والوں کو سمجھانے کا حق ادا نہیں کیا، اب ہمارے بس میں کچھ بھی نہیں ہے، آپ بھی اس مالک کے سامنے گڑگڑائیں معافی مانگیں اور ہم بھی معافی مانگتے ہیں، مولانا صاحب نے چوہدری صاحب سے کہا کہ جب تک ہم مسجد میں پروگرام سے فارغ ہوں آپ اپنے دھیان کو مالک کی طرف لگا کر سچے دل سے معافی مانگئے اور دعا کریں کہ مالک میری مشکل کو آپ کے علاوہ کوئی نہیں ہٹا سکتا، چوہدری صاحب پھر مولانا کے قدموں میں گر گئے اور بولے اگر میں اس لائق ہوتا تو یہ دن کیوں دیکھتا، آپ مالک کے قریب ہیں آپ ہی کچھ کریں مولانا صاحب نے ان سے کہا کہ آپ میرے پاس علاج کے لئے آئے ہیں اب جو علاج میں بتا رہا ہوں وہ آپ کو کرنا چاہیئے وہ راضی ہو گئے مولانا صاحب مسجد میں گئے نماز پڑھی اور مختصر تقریر کے بعد دعا کی اور لوگوں سے بھی کہا کہ چوہدری صاحب کے لئے دعا کریں، جب مولانا صاحب مسجد سے باہر نکلے تو اللہ کا کرم ہوا یوگیندر نے اپنے باپ کی پگڑی اتار کر اپنے ننگے جسم پر لپیٹ لی اور ٹھیک ٹھاک اپنے والد سے بات کرنے لگا۔ مولانا صاحب سے پہلے وہاں کے امام مسجد نے چوہدری صاحب سے وعدہ کیا تھا کہ اگر یہ ٹھیک ہو گیا تو تمہیں مسلمان ہونا پڑے گا، انہوں نے چوہدری صاحب کو وعدہ یاد دلایا کہ جس مالک نے اس کو اچھا کیا ہے اگر تم وعدے کے مطابق مسلمان نہیں ہوتے تو پھر یہ دوبارہ اس سے بھی زیادہ پاگل ہو سکتا ہے، وہ تیار ہو گئے اور بولے مولانا صاحب! میری سات پشتیں آپ کے احسان کا بدلہ نہیں دے سکتیں، آپ کا غلام ہوں جہاں چاہیں آپ مجھے بیچ سکتے ہیں، مولانا کلیم صاحب نے امام کو سمجھایا کہ اس طرح کا وعدہ احتیاط کے خلاف ہے، مولانا صاحب چوہدری صاحب کو مسجد میں لے جانے لگے تو یوگیندر نے پوچھا پتاجی کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا مسلمان بننے تو

یوگیندر نے کہا مجھے آپ سے پہلے مسلمان بننا ہے اور مجھے تو بابری مسجد دوبارہ ضرور بنوانی ہے ،خوشی خوشی دونوں کو وضو کروایا اور کلمہ پڑھوایا، والد کا نام محمد عثمان اور بیٹے کا نام محمد عمر رکھا گیا ، جب یہ لوگ اپنے گاؤں پہنچے تو وہاں ایک چھوٹی سی مسجد تھی اس کے امام سے جا کر ملے ،امام صاحب نے مسلمانوں کو بتا دیا ، بات پورے علاقہ میں پھیل گئی ، ہندوؤں تک بات پہنچی تو انہوں نے میٹنگ کی ، طے ہوا کہ ان دونوں کو رات کے وقت قتل کر دیا جائے ورنہ نہ جانے کتنے لوگوں کا دھرم خراب کریں گے ،اس میٹنگ میں شریک ایک شخص نے جا کر امام صاحب کو ساری بات بتا دی اس پر ان دونوں کو راتوں رات گاؤں سے نکالا گیا ، دونوں پھلت میں مولانا کلیم صدیقی کے پاس گئے اور بعد میں تبلیغی جماعت کے ساتھ چالیس دن کے لئے چلے گئے ، باپ نے چالیس دن لگائے اور محمد عمر (یوگیندر ) چار مہینے لگائے ، بعد میں اس کی والدہ بھی مسلمان ہو گئیں محمد عمر کی شادی دہلی میں ایک اچھے مسلمان گھرانے میں ہوئی وہ سب لوگ دہلی میں رہائش پذیر ہیں ۔ مارچ 1993ء کو اچانک بلبیر سنگھ کے والد کا انتقال ہو گیا ،اس پر بابری مسجد کی شہادت کا اور اس میں اپنے بیٹے کی شرکت کا بڑا غم تھا ،اس نے گھر والوں کی وصیت کی میری میت پر بلبیر نہ آنے پائے ، میری میت کو مٹی میں دبانا یا پانی میں بہا دینا ظالم قوم کے رواج کے مطابق آگ مت لگانا ، بلکہ ہندوؤں کے شمشان میں بھی نہ لے جانا ، گھر والوں نے اس کی خواہش کے مطابق اس کے آخری رسومات ادا کئے آٹھ دن بعد بلبیر سنگھ کو اپنے والد کے انتقال کی خبر ہوئی ،اس کا دل ٹوٹ گیا اور والد کے انتقال کے بعد بابری مسجد کا گرانا اس کو ظلم لگنے لگا ، جب وہ گھر جاتا تو اس کی ماں اس کے والد کے غم رونے لگتی اور اس کو برا بھلا کہتی کہ تو نے اپنے اس قدر نیک باپ کو ستا ستا کر مار دیا تو کتنا ذلیل انسان ہے ، بلبیر نے گھر جانا بند کر دیا ، محمد عمر تبلیغی جماعت میں چار ماہ مکمل کر کے واپس آیا تو پانی پت اپنے دوست بلبیر کے پاس چلا گیا اور اپنی پوری کہانی بتائی ، دو ماہ سے بلبیر سنگھ بھی ہر وقت خوف زدہ رہتا تھا کہ کہیں کوئی آسمانی آفت مجھ پر آن نہ پڑے والد کے دکھ اور بابری مسجد کی شہادت دونوں کی وجہ سے ہر وقت وہ سہما سہما رہتا تھا محمد عمر کی کہانی سن کر وہ اور بھی خوف زدہ ہو گیا ، محمد عمر نے اس پر زور دیا کہ 23 جون کو سونی پت میں مولانا کلیم صدیقی صاحب آنے والے ہیں آپ ان سے ضرور ملیں آپ کی پریشانی ختم ہو جائے گی ،اگر کچھ دن ان

کے ساتھ رہیں تو اور زیادہ بہتر ہے، بلبیر سنگھ اندر سے ٹوٹ چکا تھا اور اپنے کئے پر شرمندگی محسوس کر رہا تھا اس لئے فوراً تیار ہوگیا، محمد عمر نے مولانا کلیم صاحب کو اس کا پورا حال بیان کر دیا تھا جب یہ پہنچے تو مولانا صاحب بڑی محبت سے ملے اور اس سے کہا اگر آپ کی تحریک پر اس گناہ کرنے والے یوگیندر کے ساتھ مالک یہ معاملہ کر سکتے ہیں تو آپ کے ساتھ بھی یہ معاملہ پیش آ سکتا ہے اور اگر دنیا میں وہ مالک سزا نہ بھی دے تو مرنے کے بعد ہمیشہ کی زندگی میں جو سزا ملے گی آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے، ایک گھنٹہ رہنے کے بعد بلبیر سنگھ نے فیصلہ کیا کہ اگر اسے آسمانی آفت سے بچنا ہے تو مسلمان ہونا چاہئے، مولانا صاحب دو دن کے سفر پر جا رہے تھے بلبیر نے بھی دو دن ساتھ رہنے کی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے خوشی سے قبول کیا، دو دن مولانا صاحب کے ساتھ رہنے کی وجہ سے بلبیر کے دل کی دنیا بدل چکی تھی، دو دن بعد پھلت میں مولانا کے گھر پہنچ کر اس نے محمد عمر سے اپنی خواہش کا اظہار کیا انہوں نے مولانا صاحب کو بتا دیا 25 جون 1993ء کو ظہر کے بعد بابری مسجد کو شہید کر کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کا دل دکھانے والا بلبیر سنگھ نے کلمہ پڑھ دل و جان سے اسلام قبول کر لیا، مولانا صاحب نے اس کا نام محمد عامر رکھا اسلام کے مطالعہ اور نماز وغیرہ یاد کرنے کے لئے اس کو پھلت میں رہنے کا مشورہ دیا۔ کچھ دن محمد عامر پھلت میں مولانا کلیم صاحب کے پاس رہا پھر گھر جا کر اپنی بیوی کو اسلام کی دعوت دینے لگا تین ماہ بعد وہ بھی مسلمان ہوگئی، اس کے بعد اس نے والدہ کو بھی مسلمان کیا، محمد عامر نے ایک ہائی سکول کھولا جس میں انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیم کا نظم بھی بنایا، اب محمد عامر اور محمد عمر دونوں نے مل کر یہ پروگرام بنایا کہ ہم نے اللہ کا گھر شہید کر کے بہت بڑے گناہ اور جرم کا ارتکاب کیا ہے اس لئے اب اس جرم عظیم کی تلافی کے لئے کچھ ویران مسجدیں آباد کریں گے اور کچھ نئی مسجدیں بنائیں گے، دونوں نے یہ کام اس طرح تقسیم کیا کہ محمد عامر ویران مسجدیں آباد کرے گا اور محمد عمر نئی مسجدیں بنائے گا، دونوں نے زندگی میں سو سو مسجدیں بنانے اور آباد کرنے کا پروگرام بنایا، جولائی 2009ء تک محمد عامر نے 67 غیر آباد مسجدیں واگزار کر کے آباد کرائیں اور محمد عمر نے 37 نئی مسجدیں تعمیر کرنے کی سعادت حاصل کی، اس کی ترتیب انہوں ایسی بنائی کہ ہر سال 6 دسمبر (بابری مسجد کی شہادت کے دن) ایک ویران مسجد آباد کر کے اس میں نماز شروع

کرائی ہے اور محمد عمر نے 6 دسمبر کو ایک نئی مسجد کی بنیاد رکھنی ہے، ہر سال بلا ناغہ یہ کام انہوں نے جاری رکھا، محمد عامر کا ایک ہی بڑا بھائی تھا اس کے چار بچے تھے ان میں ایک معذور تھا، اس کی بھابھی کا انتقال ہو گیا، چھوٹے چھوٹے بچے رہ گئے، عامر کی بیوی نے ان کی خدمت کی، اس کا بھائی بہت پریشان رہتا تھا، عامر نے اپنی بیوی سے مشورہ کیا کہ میرے بچے بڑے ہیں بھائی کے بچے چھوٹے ہیں بڑی مشکل سے جی رہے ہیں اگر میں تمہیں طلاق دوں اور عدت گزر جانے کے بعد تم سے بھائی شادی کر لے تو دونوں کے نجات کا ذریعہ بن سکتا ہے، پہلے تو وہ بہت برا مانی مگر عامر اسے سمجھاتے رہے جب وہ تیار ہو گئی تو پھر بھائی کو مسلمان کرنے کے بعد اس کو بھی یہی مشورہ دیا جس پر شروع میں وہ بھی برا مانے کہ لوگ کیا کہیں گے مگر عامر نے اسے سمجھایا کہ تمہارے بچے چھوٹے ہیں اور اس طرح کوئی عورت مشکل سے ملے گی جو ماں کی طرح ان بچوں کی پرورش کر سکے، عامر نے اپنے بھائی کے بچوں کی خاطر یہ قربانی بھی دی، بیوی کو طلاق دی جب اس کی عدت پوری ہو گئی تو بھائی سے اس کی شادی کرا دی اور خود مولانا کلیم صدیقی کے مشورہ سے ایک نو مسلم معمر خاتون شادی کر لی ۔محمد عامر نے روہتک یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم تعلیم حاصل کی تھی، تاریخ ، سیاسیات اور انگریزی میں تھے، ہندوؤں کے زیر قبضہ ویران مساجد کو واگزار کرنے والا محمد عامر نے تبلیغی جماعت کے ساتھ چار مہینے بھی لگائے تھے سنت کے مطابق اپنی وضع قطع بنا کر پکا مسلمان بن کر دین اسلام کا داعی بنا رہا، 26 سال میں انہوں نے 91 مسجدیں آباد کرنے کی سعادت حاصل کی اور کئی مساجد پر کام جاری تھا کہ 24 جولائی کو وہ حیدر آباد میں واقع اپنے گھر میں مردہ پایا گیا اس کی پراسرار موت پولیس کے لئے بھی ایک معمہ بن گئی کہ اس کا انتقال خود ہوا ہے یا کسی نے اس کو قتل کیا ہے، پولیس کے مطابق محمد عامر حافظ بابا نگر میں کرائے کے مکان میں رہائش پذیر تھا جہاں وہ مسجد رحیمیہ کے نام سے مسجد کا کام مکمل کرا رہا تھا، بہر حال ایک وہ زمانہ تھا جب وہ بلبیر سنگھ کے نام سے اللہ کے گھر بابری مسجد شہید کر کے ہندو دھرم کے لئے آپنے آپ کو صف اول میں رکھتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت سے نوازا اور دین اسلام کی دعوت و تبلیغ اور مساجد کی آبادی میں پیش پیش رہا، اللہ تعالیٰ اس کی اس شاندار اور ایمان افروز قربانیوں کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے ۔علامہ اقبال مرحوم کے اس مصرعہ ''پاسباں

مل گئے کعبے کو صنم خانے سے'' کو ایک بار پھر اللہ تعالیٰ دنیا والوں کو دکھا دیا کہ ہدایت اس کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو دینا چاہے، وہ ذات پات، قوم قبیلے، علاقے اور نسل کو نہیں دیکھتا جو ہدایت کا طالب بن کر اس کے سامنے سرنگوں ہو جائے اس کا بیڑہ پار ہو جاتا ہے چاہے وہ کتنا ہی گناہگار کیوں نہ ہو۔

شکر گزاری اور ناشکری کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک ضابطہ یہ بیان فرمایا ہے کہ جو نعمتیں خود انسانوں کی فرمائش پر انہیں دی جاتی ہیں ان کی ناشکری پر زیادہ سخت عذاب ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے "پاکستان" جیسی عظیم نعمت اللہ تعالیٰ سے مانگ کر لی تھی۔ [مولانا زاہد الراشدی]

مولانا محمد فیاض خان سواتی

# خاطرات

حضرت مولانا محمد عبدالمعبود حفظہ اللہ تعالیٰ کسی تعارف کے محتاج نہیں، وطنِ عزیز پاکستان کے ایک جید عالم با عمل، محقق ومؤرخ اور خطیب ومصنف ہیں، تقریباً تین درجن کتب ورسائل آپ کے قلم حق رقم سے منصۂ شہود پر آ چکے ہیں، تاریخ المکۃ اور تاریخ المدینۃ جیسی ان کی شہرہ آفاق کتب ایک جہاں سے داد وتحسین حاصل کر چکی ہیں، آپ اکابر واسلاف کے افکار وعقائد کے مدلل ترجمان اور مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کے متوارث طریقہ کے بے لاگ مناد ہیں، اس گئے گزرے دور میں اکابر کی حق گوئی کا نمونہ اور اسلاف کی عزیمت کی نشانی ہیں۔

گزشتہ دنوں ان کی نئی کتاب ''سوانح حیات سلطان العارفین، امام المواحدین، رئیس المفسرین مولانا حسین علی الوانی رحمۃ اللہ علیہ'' منظر عام پر آئی تو انہوں نے دو عدد نسخے ماہنامہ نصرۃ العلوم میں تبصرہ کے لئے بذریعہ ڈاک ارسال فرمائے اور ساتھ خط بھی لکھا کہ اس پر قریبی اشاعت میں تبصرہ کر دوں، ماہنامہ نصرۃ العلوم میں تبصرہ کتب تو کافی عرصہ پہلے سے ہی بوجوہ بند کر دیا گیا ہے، لیکن حضرت والا کے حکم کو ٹالنے کی ہمت نہیں ہوئی، اس لئے ان کی دعائیں لینے کے لئے یہ چند سطور رقم کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی الوانی نقشبندی آف واں بھچراں میانوالی نور اللہ مرقدہ المتوفی ۱۳۶۳ھ جو عم مکرم شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رح کے پیر ومرشد تھے، اور ان ہی سے آپ کو نقشبندی سلسلہ میں اجازت وخلافت عطاء ہوئی تھی، بلکہ آپ کے آخری خلیفہ مجاز تھے۔

حضرت الوانیؒ کی سب سے پہلی سوانح ۱۳۸۶ھ میں میرے والد ماجد مفسرِ قرآن محدثِ کبیر حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ کے قلم سے معرضِ وجود میں آئی تھی، جب انہوں نے مولانا الوانیؒ کی فارسی کتاب ''تحفہ ابراہیمیہ'' کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے اس کے شروع میں ایک بسیط مقدمہ بنام ''فیوضاتِ حسینی'' لکھا تھا اور اسے ادارہ نشر واشاعت جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے شائع کیا تھا، جو اب تک مسلسل طبع ہو رہا ہے، حضرت الوانیؒ

کا یہ تعارف اس وقت لکھا گیا تھا جب ان کے بارہ میں ابھی کوئی مستقل کتاب شائع نہیں ہوئی تھی، اس کیفیت میں اسے لکھتے وقت جتنی عرق ریزی اور جستجو کی گئی ہوگی وہ اہلِ علم سے کسی صورت مخفی نہیں ہے، اسی لئے حضرت الوانیؒ کی مابعد کی تمام سوانح کا وہی مقدمہ ماخذ بنتا چلا آ رہا ہے۔

و ذٰلك فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء۔

اسی کو علامی حریریؒ نے یوں تعبیر کیا ہے۔

''الفضل للمتقدم''

فالحمدللہ کثیراً علیٰ ذالک۔

زیرِ نظر کتاب بھی ان ہی کی سوانح ہے، جو ۳۵۲ صفحات پر مشتمل ہے، اور یہ اس سے قبل اس موضوع پر لکھی گئی تقریباً جملہ سوانح کا عمدہ مجموعہ اور بہترین خلاصہ ہے، جسے بڑے سلیقہ سے مندرجہ ذیل دس ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

باب اول۔ احوال و آثار۔

باب دوم۔ دعوت وارشاد۔

باب سوم۔ قرآنی جواہرات۔

باب چہارم۔ تصانیف وتالیفات۔

باب پنجم۔ علماء ومشائخ کا خراج تحسین۔

باب ششم۔ مشاہیر خلفاء۔ ارشد تلامذہ۔

باب ہفتم۔ تحقیقی مسائل۔

باب ہشتم۔ مسئلہ توسل وسیلہ۔

باب نہم۔ مرشد کی ترغیب وتلقین۔

باب دھم۔ متفرقات۔

عمدہ کمپوزنگ، معیاری لیمینیشن، رنگین جلد بندی اور اچھے کاغذ وطباعت کے ساتھ جامعہ عائشہ صدیقہ رض غوری ٹاؤن اسلام آباد نے اسے شائع کیا ہے، قیمت کتاب پر درج نہیں ہے البتہ رابطہ کے لئے یہ نمبر درج ہے۔

03365190632

اس کتاب میں بالخصوص:

حیاۃ النبیؐ

سماع الموتیٰ

مسئلہ توسل

اشاعت التوحید والسنۃ کی بناء

اور مولانا الوانیؒ کے اس بابت رجحانات پر بڑی مدلل و محقق بحث کی گئی ہے اور بہت سے شکوک وشبہات کا ازالہ اور غلط بیانیوں کا پردہ چاک کیا گیا ہے، اپنے موضوع پر یہ ایک جامع دستاویز ہے، جو علماء وطلباء کے علاوہ عام اردو خواں حضرات کے لئے بھی بیش بہا ذخیرہ اور نعمتِ غیر مترقبہ ہے، اس لئے تمام حضرات سے اس کے مطالعہ کی پر زور سفارش کی جاتی ہے۔

البتہ کتاب کے بعض مقامات میں پروف ریڈنگ کی فروگزاشتوں کے بارہ میں طبع ثانی میں اصلاح کی امید کی جاتی ہے، مثلاً

صفحہ نمبر ۱۶۳ پر مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کے سلسلہ نسب میں مولوی نور احمد لکھا گیا ہے، صحیح یہ ہے کہ وہ مولوی نہیں تھے اور پھر آگے گل امجد خان لکھا گیا ہے، یہ بھی درست نہیں ہے بلکہ صحیح نام گل احمد خان ہے۔

اسی طرح صفحہ ۱۶۸ پر وسیع العلومات لکھا ہے، وغیرہ۔

اللہ کریم مولانا موصوف کی اس پر خلوص کاوش کو اپنی بارگاہِ اقدس میں شرفِ قبولیت سے نوازے اور اس کتاب کا فیضِ عام جاری وساری فرمائے۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

......☆......☆......☆......☆......

مولانا زاہد الراشدی
صدر مدرس جامعہ نصرۃ العلوم

# افغانستان میں طالبان کا نیا دور

## توقعات وخدشات

کابل میں طالبان کے پُر اَمن داخلہ پر اطمینان ومسرت کے اظہار کے لیے جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں طلبہ نے قرآن خوانی کا اہتمام کیا، قرآن کریم کے ترجمہ وتفسیر کی کلاس میں طلبہ نے مکمل قرآن کریم کی قراءت کی اور جہاد افغانستان کے مختلف مراحل کے شہداء اور مرحوم راہنماؤں کو ایصالِ ثواب کیا گیا، اس موقع پر راقم الحروف نے درج ذیل خطاب کیا اور بزرگ استاذ مولانا عبدالقیوم گلگتی کی پرسوز دعا پر مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

بعد الحمد والصلوٰۃ!

آج ہم مختلف حوالوں سے اطمینان اور خوشی محسوس کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام کی تلاوت کے ذریعے اس کا اظہار کر رہے ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ کابل کسی نئی خونریزی سے بچ گیا ہے اور طالبان نے پُر اَمن طور پر اس کا کنٹرول سنبھال لیا ہے، اس میں کسی بھی حوالے سے کردار ادا کرنے والے سب لوگ ہمارے شکریہ اور تبریک کے مستحق ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ جس جہاد افغانستان کا آغاز برطانوی استعمار کی فوجی یلغار سے ہوا تھا اور برطانوی فوجوں کو افغان عوام کے جذبۂ حریت کے مقابلہ میں پسپائی اختیار کرنا پڑی تھی، اس کے بعد روسی افواج نے افغانستان کو کنٹرول میں لینے کی کوشش کی تو افغان قوم نے جہادِ افغانستان کے عنوان سے اس کا مردانہ وار مقابلہ کر کے اسے شکست دی، جبکہ اس کے بعد جہادِ افغانستان کے منطقی نتائج اور تہذیبی ونظریاتی اہداف کو روکنے کے لیے امریکی اتحاد کی فوجیں آئیں تو افغان قوم نے مسلسل بیس سال کی معرکہ آرائی کے بعد انہیں بھی ناکام واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ یہ افغان قوم کا تاریخی اعزاز اور کریڈٹ ہے کہ اس نے کبھی غیر ملکی تسلط قبول نہیں کیا اور ہمیشہ اپنی آزادی اور خودمختاری کا تحفظ کیا ہے۔

ان مراحل میں اس بات کی مختلف اقوام کی طرف سے سرتوڑ کوشش کی گئی کہ افغانستان کو وحدت سے محروم کر کے الگ الگ علاقوں میں تقسیم کر دیا جائے، ہمیں خوشی ہے کہ اس کے باوجود آج افغانستان کی وحدت قائم ہے اور اسے تقسیم کرنے کے منصوبے دم توڑ چکے ہیں۔ افغانستان پر یلغار کرنے والوں نے اپنا پورا زور لگایا کہ بہت سے دیگر مسلم ممالک کی طرح افغان عوام کو بھی اسلامی شریعت کے احکام وقوانین کی عملداری سے دستبردار کرا دیا جائے، اس کے لیے تخویف وتحریص کے تمام حربے اختیار کیے گئے مگر افغان قوم آج بھی اپنے عقیدہ وایمان اور اسلامی شریعت کے ساتھ وابستگی پر قائم ہے اور شرعی احکام وقوانین کے نفاذ وعملداری کے لیے پُرعزم ہے۔ قابضین کی ایک کوشش یہ بھی رہی ہے کہ افغان قوم کو اس کی تہذیب وثقافت اور روایات سے بے گانہ کر دیا جائے مگر یہ مہم بھی کامیاب نہیں ہو سکی اور خوشی کی بات ہے کہ افغان قوم کی تہذیب وثقافت اور قومی روایات آج بھی ایک معاشرتی حقیقت کے طور پر دنیا سے اپنا وجود تسلیم کرانے میں کامیاب ثابت ہوئی ہیں۔

ہم نے افغانستان کی وحدت، افغان قوم کی خودمختاری، شریعتِ اسلامیہ کی بالادستی، افغان تہذیب وثقافت کے تسلسل اور غیر ملکی مداخلت سے نجات کے لیے ہمیشہ افغانوں کی حمایت کی ہے اور آج بھی اس پر پورے شعور و ادراک کے ساتھ قائم ہیں اس لیے اس موقع پر خوشی کے اظہار کے ساتھ ساتھ ہم ان خطرات سے خبردار کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں جو افغان قوم اور اس کے خیرخواہوں کو درپیش ہیں۔

☆ ہمارے خیال میں اب سب سے پہلا مرحلہ افغانستان میں امن کا قیام، نظم ونسق کی بحالی، اور ملکی سالمیت کا تحفظ ہے۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ امارت اسلامیہ افغانستان کی طرف سے اعلانات اور حکمت عملی اس سلسلہ میں حوصلہ افزا ہے۔

☆ ہمارے نزدیک قومی وحدت کا ماحول قائم کرنا افغانستان کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ افغان قوم اور ملک کو زبان، نسل اور علاقہ کی بنیاد پر تقسیم کرنے میں ناکامی کے بعد اب ایسی شرارتوں کا رخ دوسری طرف موڑا جا رہا ہے، مثلاً کل سے سوشل میڈیا پر ایک خبر گردش کر رہی ہے کہ طالبان نے سلفیوں کے مدارس بند کر دیے ہیں اور آج صبح سے ایک خبر چل رہی ہے کہ طالبان نے شیعوں کی عمارتوں سے ان کے جھنڈے اتارنے شروع کر دیے ہیں۔ یہ افغانستان کی قومی وحدت کو نقصان پہنچانے کی کوششوں کا ایک نیا رخ ہے جس سے خبردار رہنے کی ضرورت ہے اور ایسی باتوں کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے۔

☆ اس موقع پر عالمی برادری اور مسلم ممالک کے ساتھ ساتھ پڑوسی ممالک کو بھی اعتماد میں لینے اور اعتماد میں رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ افغانستان اپنے نئے قومی سفر کا آغاز بہتر انداز میں کر سکے اور کسی کو اس میں دخل اندازی کا موقع نہ ملے۔

☆ ان حوالوں سے مسلم ممالک کی ذمہ داری سب سے زیادہ بنتی ہے کہ وہ اپنے مثبت اور مؤثر کردار کے ساتھ سامنے آئیں اور تہذیبی اور قومی مقاصد واہداف کے حصول میں افغان قوم کے معاون بنیں۔

☆ عالمِ اسلام بالخصوص پاکستان کے دینی، علمی اور نظریاتی حلقوں کو بھی بیداری، حوصلہ اور حکمت عملی کا مظاہرہ کرنا ہوگا اور باہمی مشاورت کے ساتھ افغانستان کی تعمیر وترقی، سلامتی واستحکام اور قومی ودینی روایات کے تحفظ میں افغان قوم کا ساتھ دینا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ افغان قوم کو یہ پیشرفت مبارک کریں اور سب کو اپنا اپنا کردار صحیح طور پر ادا کرنے کی توفیق سے نوازیں، آمین یارب العالمین۔

''مسئلہ کشمیر ایک زندہ تنازع ہے، اسکا جو حل بھی کشمیری عوام کی خواہشات اور مسلّمہ حقوق کے مطابق ہوگا اسکا خیرمقدم کیا جائیگا۔ آزادی اور انسانیت کا نام لینے والی تمام اقوام کی ذمہ داری ہے کہ وہ مفادات وتعصّبات سے بالاتر ہوکر کشمیریوں کو ان کا جائز حق دلانے کیلئے اپنا اثر ورسوخ استعمال کریں۔''

[مولانا زاہد الراشدی]

مولانا محمد فیاض خان سواتی

# وفیات

گزشتہ ماہ مندرجہ ذیل شخصیات وفات پا گئی ہیں۔

(۱) حضرت مولانا پیر حافظ سیف اللہ نقشبندی بن حافظ نظام الدینؒ آف گوجرانوالہ۔

(۲) حضرت مولانا فیض الرحمٰن عثمانی، بانی ادارہ علوم اسلامی اسلام آباد۔

(۳) حضرت مولانا یاسین صابر، شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان۔

(۴) مولانا محمد اشفاق آف بھکر، فاضل جامعہ نصرۃ العلوم۔

(۵) مولانا فضل الہادی مدرس جامعہ نصرۃ العلوم کی والدہ۔

(۶) جامعہ نصرۃ العلوم کے قدیم ہمسائے شیخ عبدالرشید والد حافظ شہزاد۔

(۷) مولانا محمد یوسف قصوری۔

☆ قارئین کرام ان تمام وفات پانے والے خواتین وحضرات کیلئے اللہ رب العزت کے حضور دعا فرمائیں کہ وہ ان کی غلطیوں کو درگزر فرما کر جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے، آمین۔

......☆......☆......☆......☆......